صوت النجف

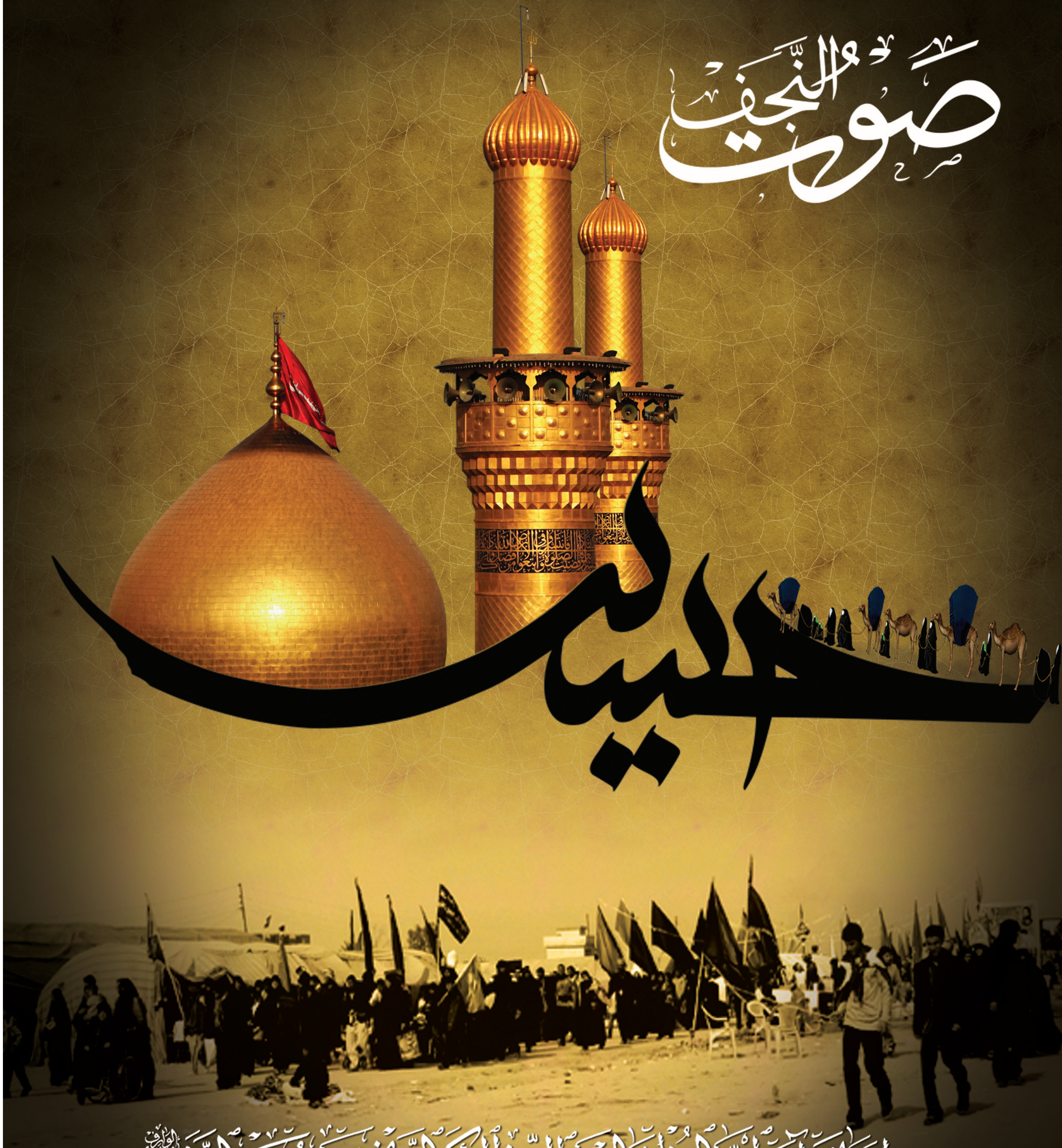

لسماحة آية الله العظمى المرجع الديني الكبير الشيخ بشير حسين النجفي دام ظله الوارف

ماہانہ علمی سماجی رسالہ شمارہ ۱۴ ماہ صفر ۱۴۳۶ ھ

بانی

سماحة آية الله العظمى المرجع الديني الكبير الشيخ بشير حسين النجفي دام ظله

مدیر اعلیٰ

سماحۃ الشیخ علی النجفی

نائب مدیر اعلی

نصیر الدین

انتظامی مدیر

شیخ قیصر عباس

نظارت

سید تنویر عباس رضوی

سید نسیم نقوی

معاون

شیخ محمد تقی ہاشمی

شیخ محمد مجتبی نجفی

لیاقت حسین

فوٹو گرافر

حسین الجبوری

رسالے کی سالانہ ممبرشپ حاصل کرنے کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں۔

00923125197082

اپنی تجاویز دینے کے لئے، ہمیں ای میل کریں۔

Email:m.urdu@alnajafy.com

009647601601182

صوت النجف الاشرف کو مقالات و تحریروں میں تدوین و ترمیم کا مکمل اختیار ہے۔

فہرست

4 اہلبیت حسینؑ اور مقصد حسینؑ

6 انسان اور اس کی اور اس کی قدر و قیمت

8 زیارات کی اہمیت و فضیلت

18 نظریہ کسب پر گزرنے والا تیسرا مرحلہ :

20 مرجع عالی قدر دام ظلہ سے پوچھے گئے سوالات اور ان کے جوابات

مجلس پڑھنے کی اجرت؟

اگر کوئی خطیب مجلس امام حسین علیہ السلام پڑھنے کے لئے ایک خاص مقدار میں پیسے لیتا ہے تو اس مسئلے کی چند صورتیں ہیں :

۱: مجلس پڑھنے والا اس خاطر پیسے طلب کرے کہ سننے والے کی نظر میں اس کی اہمیت واضح ہو تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ مجلس اور وعظ و نصیحت سننے کے لئے آئیں اور وہ ذاکر یا خطیب زیادہ سے زیادہ لوگوں کو علمی و دینی فائدہ پہنچا سکے اور لوگوں کو بھی اس سے اس قسم کا فائدہ حاصل کرنے کا موقع میسر آئے ۔ پس اگر اس کی اس طرح کی نیت ہو تو اس صورت میں اس کے لئے پیسے لینا جائز اور مباح ہے ۔

۲: مجلس پڑھنے والا اپنے مجلس پڑھنے کے عمل کو ایسا کام یا فعل قرار دے جس کے لئے پیسا لیا جاتا ہے جس طرح ہر مباح کام کے لئے اجیر یا مزدور لایا جاتا ہے اور اس کو اس کام کے بدلے طے شدہ پیسے دیے جاتے ہیں مثلا مسجد کی تعمیر یا کسی روضہ وغیرہ کی تعمیر کے لئے کسی کو مزدور بنانا، دوسرے الفاظ میں اگر مجلس پڑھنے والا اپنے آپ کو اجیر قرار دے مجلس پڑھنے کے عمل کو اپنا کام قرار دے کہ جس کے لئے وہ اجیر ہے اور اس کے لئے پیسوں کو اجرت قرار دے تو ایسی صورت میں بھی اس کے لئے پیسے طلب کرنا مباح ہے لیکن ایسی صورت میں مجلس پڑھنے والا سوائے ان پیسوں کے کسی چیز یا ثواب کا مستحق نہیں ۔ ہاں البتہ اگر وہ اس مجلس کے علاوہ کوئی ایسا کام بھی کرتا ہے جو اہلبیت علیہم السلام کی خدمت شمار ہوتی ہے تو اسے اس زائد عمل کا ثواب ملے گا۔

۳: نعوذ باللہ اگر کوئی شخص سانحہ کربلا اور امام حسین علیہ السلام اور باقی معصومین علیہم السلام کے بارے میں مجلس پڑھنے کو شہرت اور لوگوں کے دلوں میں ھیبت وغیر ہ کے لئے وسیلہ قرار دے تو یہ عمل حرام ہے اور جو اجرت اور پیسے وہ لیتا ہے وہ محل اشکال اور مشکوک ہے اور احوط یہ ہے کہ ان پیسوں کا استعمال جائز نہیں چاہے لوگ اسے اہلبیت علیہم السلام کا مخلص ہی سمجھتے اور وہ بھی لوگوں کو اہلبیت علیہم السلام کی طرف دعوت دیتا ہو ۔

اہلبیت حسینؑ اور مقصد حسینؑ

مقصد، صاحب مقصد اور محافظ مقصد

مقصد کی بلندی مقصد کا وقار مقصد کا اوج و عروج اس کے لئے دی گئ قربانیوں سے واضح ہوتے ہیں صاحب مقصد مقصد کے لئے مثلِ شمس و کرن اور قمر و شعاع کی مانند اہم و مہم ہوتا ہے۔
ان دونوں (مقصد اور صاحب مقصد)جواہر عالی کے ساتھ ساتھ محافظِ مقصد کی کلیدی حیثیت کا اثر بھی وجہ دوامِ نفس پر مرتب ہوتا ہے۔ تکمیل احیاء مقصد کے بعد محافظِ مقصد کی موجودگی کا انکار گویا طلوعِ شمس کے بعد اس کا انکار کرنے کے مترادف ہے۔
جیسے بعثت سکون و قرار کائنات ، رمزِ حیات و ممات جس کی عزت و وقار عظمت و عروج میں آیتیں اتریں جس کو خالقِ کائنات نے ایک ایسا آئینہ قرار دیا کہ جس میں اوصافِ الٰہی کے عکس ابھرتے ہیں جس کے اسم کو خالق نے اپنے اسمِ عالی سے مشتق کیا جس کو ندا دینے کی منزل میں حبیب کہہ کر پکارا ، نبی کہہ کر کلام کیا ، رسول کہہ کا مخاطب کیا۔ باغِ بعثت رسالت کو مزین کرنے کے لئے تمام اقدامات کئے آدم سے لیکر عیسٰی عَلیھما السلام تک ایک سلسلہ عصمت و طہارت قائم کیا ہر ایک اپنی کاوش پائیہ تکمیل تک پہنچا کر جہانِ فانی کو خیر آباد کہتا رہتا اور باغِ بعثتِ رسالت کی عظمت و رفعت میں چار چاند لگاتا رہا۔
شمسِ رسالت کے ظاہری غروب کے بعد اس عظیم قافلہ ہدایت کو منزلِ مقصود تک پہنچانے کے لئے اور نورِ رسالت کو قیامت تک روشن رکھنے کے لئے اولاِ علی ابن ابی طالب علیھما السلام کا انتخاب کیا بعدِ رسول جب علی ابن ابی طالبؑ کی شکل میں محافظِ سندِ امامت پر جلوہ افروز ہوا تو قلبِ مقصد پر اطمئنان و سکون کے آثار نمودار ہوئے۔
حسن مجتبٰیؑ نے اس بارِ گراں اور ثقل عظیم کو قوت ابو طالب اور شجاعتِ غضنفرِ الٰہی کی مدد سے با حفاظت سلسلہ ہدایت کی تیسری کڑی تک پہنچایا۔
جب یہ سلسلہ یہ بار حسین ابن علیؑ کے کاندھوں پر آیا اس وقت حکمرانوں کے محلات احکامِ الٰہیٰ کے مقبرے بن چکے تھے اور بساطِ طرزِ حکومت سے شریعت کی آہ و فغاں اور استغاثہ کی صدائیں شب و روز سنائی دینی لگیں ۔جس کی سنگینی کی طرف امام اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ (میں اصلاحِ امت جد کے لئے نکل رہا ہوں) یعنی ماحول اتنا خراب ہو چکا تھا کہ محافظِ شریعت کو اصلاح کی غرض سے خروج کرنا پڑا۔
اس منزل پر ذہنِ انسان میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر امامؑ نے قیام

کیوں کیا؟شائد امامؑ جواب دیں کہ وعدے کا وفا کرنا ضروری ہوتا ہے کیاتم نے دعوتِ ذو العشیرہ کا منظر نہیں دیکھا کہ جس میں ایک محمد نے دوسرے محمد سے حفاظت کا وعدہ کیا تھا لہٰذا ہر دور کا محمد اس وعدے کو وفا کرے گا۔

اس محمد نے پہلی ہی منزل میں تحفظِ توحید کے لئے محسن جیسے بچے کی قربانی پیش کی ، سیدہ صدیقہ طاہرہ جیسی صاحبِ عصمت و مرکزِ نزولِ آیت تطہیر کی عظیم قربانی پیش کی جس کا اندازہ سوائے علی علیہ السلام اور کسی کو نہیں ہوسکتا اس انسان کی کیفیت کیا ہوگی جس نے سورج غروب ہوتے ہوئے منظر کے ساتھ گھر میں شمع روشن ہوتے ہوئی تو دیکھی مگر جب طلوعِ صبح کی منزل آئی تو سب کچھ تاریکیوں کی نظر ہوچکا تھا۔ امیر کائناتؑ کے ساتھ بھی ایسا ہوا ابھی رسالت کی نگاہیں واپس تو منظر کچھ اور ہے لیکن نگاہِ رسالت کے بند ہوتے ہی منظر بدل گیا ، دنیا ویران ہوگئی ، گلشن برباد ہوگیا ، گلستان صحراء میں تبدیل ہوگیا ایسی حالت میں بھی محافظِ شریعت نے تحفظِ شریعت کا بھار اٹھائے رکھا۔

اس منزل پر اہم ذمہ داری بنتِ رسول نے اٹھائی اور علی کی محافظ بن گئی تحفظِ ولایت کرتے ہوئے رخِ ظلم پر ایسا طماچہ مارا کہ تا قیامِ قیامت غاصبانِ حق ولایت اپنا چہرہ نہیں اٹھا سکتے۔

یہ ایک ایسا قدم تھا ایسا فعل تھا ایسا کردار تھا کہ جس نے بعد میں آنے والی نسلوں کو سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح مستحکم کر دیا جس کی مثال تاریخ نے خاندانِ رسول اور ان سے تعلق رکھنے والے افراد سے پیش کی ۔خصوصاً صحرائے کربلا میں رونما ہونے والے واقعے میں نظر آتی ہے جہاں خاندانِ رسالت کے افراد عزم حوصلے میں معراج پہ نظر آتے ہیں انہی اصحاب کا کردار حسین ابن علیؑ نے یوں پیش کیا بزم سجی ہوئی ہے مسندِ امامت پر آفتابِ امامت جلوہ فروز ہے ایک عجیب منظر ہے اصحاب کے روشن چہرے نگاہِ ماہ و انجم کو خیرہ کئے ہوئے ہیں بزم نور علی نور کا مصداق بنی ہوئی کہ حجت الٰہی نے چراغ کو خاموش کیا۔

ہم التجا کرتے ہیں کہ مولا یہ کیا فعل انجام دیا ؟شائد امام کا جواب آئے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ ان روشن چہروں کو مصباحِ امامت کی ضوء میں دیکھو اگر چراغِ دنیا کی روشنی میں دیکھوگے تو جون فقط جون نظر آئیں گے حبیب فقط حبیب نظر آئیں گے اگر مصباحِ امامت کی ضوء میں جون کو دیکھوگے تو اس صف میں کھڑے نظر آئیں گے کہ گوہر نایاب نظر آئیں گے جن کو نمونہ عمل قرار دینے کا حکم خالقِ کائنات نے دیا ہے حبیب فقط حبیب نہیں بلکہ لائقِ سلامِ ثانی زہراؑ نظر آئیں گے۔

دفاعِ حق اور تحفظِ مقصد میں جس انداز سے خاندانِ رسالت نے پیش قدمی کی اس کی نظیر نظر نہیں آتی مصباحِ امامت سے روشن ہونے والے مصباحِ امامت کے سوال پر جواب کی صورت میں یتیمِ حسنؑ نے جن الفاظ کے ساتھ تاریخ رقم کی اور تاریخ کے اوراق پر عبارت لازوال تحریر کی اور حقائقِ موت و حیات سے پردہ اٹھانے والوں کو تاریخی آئینہ دکھا یا اس کا جواب رہتی دنیا نہیں لا سکتی۔

یہ صرف چچا اور بھتیجے کے درمیان گفتگو نہ تھی بلکہ امامت تدریس کے میدان میں تھی اسی لئے سوال کیا بیٹا تمہارے نزدیک موت کیسی ہے ؟ جواب بھی سوال کی کیفیت کے مطابق تھا چچا شہد سے زیادہ شیریں۔

شائد امامِ مظلوم اس سوال و جواب کے ذریعے یہ پیغام دینا چاہ رہے ہوں کہ دیکھو کہ جو انسان حق پر ہوتا ہے اس کے لئے موت شہد سے زیادہ عزیز ہوتی ہے۔

یہ بھی مقاصدِ حسینؑ میں سے ایک مقصد تھا کہ اہلِ حق کو آگاہ کیا جائے کہ راہِ حق میں موت سے گلنے لگنے کا ذائقہ کیا اور کیسا ہے کہ جس کی طرف حسینؑ حر کو بلاتے رہے اور جس سے حر کو متمسک ہونے کی دعوت دیتے رہے کہ اگر حق پر آکر موت آئے تو کس قدر آسان ہوجاتی ہے انسان اس سے لذت اٹھا سکتا ہے یعنی عبد سے معبود کی ملاقات کا ذریعہ بن جاتی ہے رحمتِ الٰہی کی سبب بن جاتی ہے انعاماتِ رب کا مرکز بن جاتی ہے زیاراتِ انبیاء کا وسیلہ بن جاتی ہے لیکن اگر یہی موت راہِ باطل پر آئے تو تلخی کا اندازہ غیر ممکن ہوتا ہے وہ موت ایسی موت ہے جو غضبِ الٰہی کا سبب بن جاتی ہے رحمتِ الٰہی سے دوری کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

اور اس سوال کے ضمن میں شائد حجت خدا یہ پیغام دینا چاہتی ہو کہ دیکھو کہ قاسم یتیمِ حسنؑ کم سنی کی حالت میں تشنگی کی منزل میں حصارِ لشکر باطل کے درمیان شجاعت و ہمت و جرات کی معراج پر ہے نہ تشنگی کا غلبہ ، نہ کم سنی کی فکر ، نہ محصور ہونے کا خوف ، نہ لشکر باطل کی کثرت کا ڈر۔ پس جس کا بیٹا کم سنی میں شجاعت کی اس منزل پر ہو اس کا باپ شجاعت کی کس معراج پر ہوگا اور شائد ظالمِ وقت سے مخاطب ہو کر آواز دی ہو کہ دیکھ ہمارے گھرانے کے بچے موت سے کس قدر مانوس ہیں تو ہمیں موت سے کیا ڈراتا ہے۔

ہم خاموش اس لئے ہیں کہ ہمارا ہر فعل مرضی الٰہی کے ماتحت ہوتا ہے ہم کوئی بھی اقدام اپنی مرضی سے نہیں کرتے بلکہ مرضی الٰہی کے پابند ہوتے ہیں اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں مصیبت کے طوفان میں مقصدِ حسینؑ کا تحفظ مقصد ثانی زہراءؑ کی شکل میں پروان چڑھا۔

ہر طرح کی قربانیاں مصائب و آلام پر صبر و تحمل تازیانوں کی ایذاء بے ردائی کی ضرب اسیری کی اذیت تشہیر کا زخم مگر لبوں پر شکوہ نہ گلا چونکہ مقصد شہیدِ اعظمؑ کی بقاء کا سوال تھا۔درد کا بحرِ بیکراں جس میں درد و الم و غم کی اتنی طغیانی کہ جس کا سامنا ناممکن ہو اس منزل پر ایک خاتون شریکِ کارِ امامت بن کر حسین کا ساتھ دے رہی ہے صبح تا شام حسینؑ کی شیر دل بہن ہر منزل پر حسینؑ کی شریکِ کار رہی اکبر کا لاشہ اٹھانے میں حسینؑ کے ساتھ حسینؑ کو سوار کرانے میں زینبؑ سی بہن موجود رہی۔

تاریخ عالم میں کربلا ایک ایسا مرکز ہے کہ جہاں ایک طرف ظلم کی انتہاء ہے بربریت بے حد و حصار نظر آتی ہے تو دوسری طرف صبر و تحمل کے ایسے جواہر ہیں جو بحر کائنات میں کہیں دستیاب نہیں عزم و استحکام کے ایسے پہاڑ ہیں جن کو مصائب و آلام کے لشکر ان کے مقاصد سے منحرف نہ کرسکے ثانی زہراءؑ نے ان مصائب کے باوجود نہ شکوہ کیا نہ گلہ نہ بددعا کے لئے ہاتھ بلند کئے بلکہ جب موقع ملا اپنے بھائی کے مقصد کی ترویج کرتی رہی۔غم و الم کی آندھیوں کے باوجود دشمنانِ اسلام کا اس انداز سے سامنا کیا کہ دشمنوں کو شامِ غریباں کا سورج ڈھلنے سے پہلے اپنی شکست کا اندازہ ہو گیا اور جب ظالم بحرِ غرور و تکبر نشہ میں غرق صاف نظر آنے والی اپنی حقیقی شکست کی خجالت کو چھپانے کے لئے ثانی زہراء سے کہنے لگا کہ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمہارے ساتھ کیا کیا ؟ تو اس کے جواب میں آپؑ نے دشمن کی شکستِ فاش اور اپنی فتحِ عظیم کا اعلان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا :مارایت الا جمیلا

انسان اور اس کی قدر و قیمت

انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی حقیقی قدر و قیمت اور حیثیت کو پہچانے کیونکہ جب انسان کو اپنی قدر و قیمت اور حیثیت معلوم ہو جاتی ہے تو وہ کسی نیک عمل کے بجالانے پر فخر و غرور میں مبتلا نہیں ہو تا اور فخر و غرور ہی ایسی چیز ہے کہ جو نیک اعمال کو ختم کر دیتی ہے۔ جب بھی انسان کوئی نیک عمل سر انجام دے تو اسے یہ گمان نہیں کرنا چاہئے کہ وہ اس عمل کے کرنے سے اللہ کے نیک پر ہیز گار اور صالح بندوں میں شامل ہو گیا ہے۔ ضروری ہے کہ نیک عمل کی بجا آوری کے ساتھ ساتھ انسان اپنے اندر اس بات کا احساس پیدا کرے کہ اس نے اس نیک عمل کی بجا آوری کے دوران خدا کی اطاعت کا حق ادا نہیں کیا بلکہ اس نے اس سلسلہ میں کوتاہی سے کام لیا لہٰذا اسے اپنے اندر اپنی کوتاہی کا اعتراف کرنا چاہیے انسان کو جب بھی کسی نیک عمل کے بجالانے کی توفیق حاصل ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے دل میں اس بات کا یقین رکھے کہ یہ توفیق خدا کی طرف سے اس پر لطف و کرم اور احسان کا نتیجہ ہے۔ اس نیک عمل کے سر انجام دینے میں خود انسان کی کوئی حیثیت نہیں بلکہ سب خدا کی طرف سے اس پر احسان ہے لہٰذا اگر انسان کے اندر مذکورہ احساس پیدا نہ ہو تو اس کا کیا ہوا نیک عمل لغو اور بے فائدہ ہو جاتا ہے۔

بندہ کو چاہئے کہ مکمل اخلاص ،خلوص اور فقط خدا کی رضا کے لئے تمام نیک اعمال سر انجام دے اور اس بات کا عقیدہ ویقین رکھے کہ خدا تعالیٰ نے جتنے واجبات اور مستحبات قرار دیئے ہیں اور بندے کو ان کے بجا لانے کا حکم دیا ہے یہ سب کے سب خدا کی طرف سے اس پر احسان اور لطف و کرم کی وجہ سے ہیں تا کہ انسان ان واجبات اور مستحبات کے ذریعے اپنی اصلاح و تربیت کر لے اور نفس و روح پاک و پاکیزہ کر لے۔ پس جو شخص اپنے آپ کو بُری صفات وعادات کی پلیدگی سے پاک نہیں کرے گا اور اپنی روح و نفس کو پاک و طاہر نہیں کرے گا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جن عبادات اور دوسرے امور کا حکم دیا ہے ان کا مقصد فقط ہمارے نفوس اور اعمال کی تطہیر ہے۔ لہٰذا جب بھی کوئی انسان کوئی نیک عمل بجالائے اسے چاہیے کہ وہ اس نیک عمل کے کرنے پر خدا کا شکر ادا کرے اور ہر گز اپنے ذہن میں یہ خیال نہ لائے کہ اس نے اللہ کی نعمات یا اس کے احسانات میں سے کسی ایک کا بھی حق ادا کر دیا ہے یا جس طرح اسے شکر ادا کرنا چاہیے تھا اس نے شکر ادا کر دیا ہے بلکہ اسے چاہیے کہ وہ خدا کا شکر یہ ادا کرے کہ اس نے اسے اس عمل کے بجالانے کی توفیق عطا کی۔ اسی طرح اس بات کو ذہن نشین کرلینا ضروری ہے کہ اگر کوئی عمل خلوص ،اخلاص اورقربتِ خدا کی نیت سے خالی ہو تو وہ عمل اس چھلکے کی مانند ہوتا ہے کہ جس کے اندر مغز نہیں ہوتا۔ انسان ہر وقت خالق کائنات کے حضور میں رہتا ہے انسان حقیقت میں ہر وقت خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں ہوتا ہے لہٰذا اگر انسان کے اندر کوئی بھی نیک کام کرتے وقت یہ احساس نہ ہو کہ وہ اپنے پروردگار اور پالنے والے کے حضور میں کھڑا ہے تو وہ اس کام کو اس طرح سے انجام نہیں دے گا جس طرح اس کے انجام دینے کا حق ہے۔یہ بات یاد رکھیں کہ بندگی کے مفہوم کو سمجھنے اوربندگی کا حق ادا کرنے میں عبادت کا بہت بڑا اور اہم کردار ہے اور اسی طرح خدا کے ساتھ اخلاص اور خداکی رضا کے حصول کے سلسلہ میں بھی عبادت ایک بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ پس جو شخص جنت یا کسی انعام کے حصول کے لئے نماز پڑھتا ہے یا کوئی عبادتی کام سر انجام دیتا ہے تو حقیقت میں ایسا شخص اپنی ہی ذات کی خوشنودی کے حصول میں لگا ہو ا ہے اور اپنی ہی خواہشات کو پورا کرنے کے چکر میں ہے پس ایسا بندہ حقیقت میں عبودیت اور بندگی کا حق نہیں ادا کر رہا کیونکہ اس کا نماز پڑھنا ،روزہ رکھنا ، حج کرنا ، اور معصومین علیہم السلام کی زیارت کرنافقط اپنی خواہشات کے حصول اور دنیاوی و اُخروی فوائد حاصل کرنے کے لئے ہے۔ پس جب عبادت کا مقصدفقط اپنی ذاتی خواہشات کا پورا کرنا ہو تو وہ حقیقت میں اپنی ہی ذات کی پوجا شمار ہوتی ہے کیونکہ اگر اس شخص کی خواہشات عبادت اور اطاعت خدا کے بغیر دنیا و آخرت میں پوری ہو تیں تو وہ نہ تو خداکی عبادت کرتا اور نہ خدا کی اطاعت کرتا۔ اسی طرح جو شخص دنیا یا آخرت میں خدا کے عذاب اور جہنم سے فرار کی خاطر اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت کرتا ہے ایسا شخص بھی اپنا ہی محب و خیر خواہ ،

شمارہ ۱۲ ماہ صفر ۱۴۳۲ھ

اپنی ہی ذات کا تابع اور اپنی ہی ذات کا پجاری ہے کیونکہ وہ فقط اس لئے خدا کی عبادت واطاعت کرتا ہے تا کہ وہ اپنی ذات کو تکلیف ، عذاب ، تلف و بے کار جانے سے بچالے کیونکہ وہ اپنی ذات سے محبت کرتا ہے اور ساری عبادت فقط اپنی ذات کو بچانے کے چکر میں کرتا ہے اگر ایسے شخص کو اس بات کا یقین ہو کہ عبادت و اطاعت کے بغیر وہ عذاب الٰہی سے بچ نکلے گا تو وہ کبھی اطاعتِ خدا نہیں کرے گا ۔ پس ایسا شخص بھی اپنی خواہشات کی پوجا کرتا ہے ارشاد قدرت ہے : (اَفَرَئَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰہَہٗ ہَوٰاہُ) (سورۃ الجاثیۃ آیت ۲۳)

ترجمہ : کیا تم نے اسے دیکھا ہے کہ جس نے اپنا معبود اپنی خواہشات کو بنا رکھا ہے ۔

پس خالص اور حقیقی عبادت و اطاعت وہ لوگ کرتے ہیں جو اپنی ذات اور خواہشات کی غلامی سے آزاد ہوں اور اپنے آپ کو انھوں نے خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے وقف کر رکھا ہو ۔ ایسے لوگ خدا کی عبادت فقط اس لئے کرتے ہیں کہ خدا ہی لائق عبادت ہے ۔ خدا کو فقط عبادت کا اہل قرار دیتے ہوئے اس کی عبادت کرتے ہیں اور فقط اس کی رضا کے حصول کے لئے اس کی اطاعت کرتے ہیں جبکہ پہلی دو اقسام سے تعلق رکھنے والے افراد غلامی کی زندگی گزار رہے ہیں اور اپنے ہی نفس کی قید میں ہیں اور اپنی ہی ذات کو خوش کرنے کے لئے اپنی ہی ذات کی پوجا کرتے ہیں ۔ خدا ہم سب کو غلاموں جیسی عبادت و اطاعت سے محفوظ رکھے ۔

مجھے ایسے افراد پر بہت تعجب ہوتا ہے کہ جو امام حسین علیہ السلام یا کسی اور معصوم کی زیارت کرتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ میں نے جس معصوم کی زیارت کی ہے اس کے پاس اس زیارت کی وجہ سے میرا حق ثابت ہو گیا ہے گویا کہ اس نے معصوم کی زیارت کر کے معصوم پر احسان کیا ہے لہٰذا معصوم پر میرا حق ہے ۔ حالانکہ حقیقت میں اس معصوم نے اس پر احسان کیا ہے اور اسے اپنی زیارت کا شرف بخشا ہے اور اپنی ضریح کے سامنے کھڑے ہونے کی اجازت دی ہے لہٰذا ضروری ہے کہ زیارت کرنے والے کو سب سے پہلے خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے اسے کسی معصوم کی زیارت کی توفیق عطا کی ہے اور پھر اس کے بعد جس معصوم کی زیارت کر رہا ہے اس کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہئے کہ اسے حرم میں داخل ہونے اور زیارت کرنے کی اجازت عطا فرمائی ہے ۔

اس بات کو ذہن نشین کرنا واجب ہے کہ جو شخص عبادت و اطاعت ترک کرتا ہے وہ بغیر کسی شک کے گناہگار ہے اور اسی طرح جو شخص خدائی قوانین کی خلاف ورزی کرتا ہے وہ خدا ، معصومین بلکہ پوری کائنات کا مجرم ہے کیونکہ گناہ اور اس گناہگار کے وجود سے پوری کائنات بری طرح متاثر ہوتی ہے روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ بہت سے ایسے گناہ ہیں کہ جن کی وجہ سے آسمان سے بارش نہیں برستی ، بہت سے ایسے گناہ ہیں جن سے فضا سیاہ ہو جاتی ہے ، بہت سے ایسے گناہ ہیں کہ جن سے بیماریاں اور وبائیں وجود میں آتی ہیں بہت سے گناہوں کی وجہ سے غربت اور فقیری میں اضافہ ہوتا ہے ، بہت سے گناہ لوگوں کو سیدھے راستے سے منحرف کرنے کا سبب بنتے ہیں ۔ یہ بات واضح ہے کہ جب کبھی خدا کی طرف سے کوئی بلا یا عذاب نازل ہوتا ہے تو ہر شخص چاہے وہ نیک ہو یا بدکار اس کی لپیٹ میں آجاتا ہے ۔ پس جو شخص بھی گناہ کرتا ہے یا واجبات میں سے کسی واجب کو چھوڑتا ہے وہ قدرتی آفات کا سبب بنتا ہے اور اس کی وجہ سے ہر کوئی بری طرح متاثر ہوتا ہے پس اس طرح سے گناہ کرنے والا خدا ، تمام انسانوں بلکہ پوری کائنات کا مجرم بن جاتا ہے ۔ لہٰذا ہر گناہگار کے لئے ضروری ہے کہ جب بھی وہ اپنے گناہوں اور سرکشی کی طرف متوجہ ہو اسے اپنے گناہوں سے توبہ کرنی چاہئے خدا سے طلب مغفرت کرنی چاہئے اور خدا سے دعا کرنی چاہیے کہ اس کے گناہوں کی وجہ سے مخلوق میں سے جس جس کو بھی کوئی تکلیف پہنچی ہے خدا اس مخلوق کے اندر بھی نرمی کا گوشہ پیدا کر دے کہ وہ بھی اس کو معاف کر دے ۔

یہ بات واضح رہے کہ جتنی بھی قدرتی آفات کا ہمیں سامنا کرنا پڑتا ہے جیسے زلزلہ ، سیلاب ، طوفان ، خشک سالی وغیرہ اور اسی طرح ظالموں کی طرف سے ہم پر جتنے بھی ظلم و ستم ڈھائے جاتے ہیں اور ظالمین مسلمانوں کو دنیا میں ذلیل و رسوا کرتے ہیں یہ سب کی سب مصیبتیں گناہوں کے ارتکاب کا نتیجہ ہیں ۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے ہر طرح کی نعمات کو خلق کیا اور کسی چیز کی کمی نہیں چھوڑی لیکن بندے خود اپنے ہی ہاتھوں سے گناہ کر کے اور شریعت سے منحرف ہو کر ان مصیبتوں کے نزول کا سبب بنتے ہیں ۔

ارشاد قرآن ہے : (بَلٰی مَنۡ کَسَبَ سَیِّئَۃً وَّاَحَاطَتۡ بِہٖ خَطِیۡٓـئَتُہٗ فَاُولٰٓـئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ہُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ) (سورۃ البقرہ آیت ۸۱) ترجمہ :'' بے شک جن لوگوں نے کوئی گناہ کیا اور ان کو ان کی خطا نے گھیر لیا پس یہی وہ لوگ ہیں جو اہل جہنم ہیں اور وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے ''

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے :

(ظَہَرَ الۡفَسَادُ فِی الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ بِمَا کَسَبَتۡ اَیۡدِی النَّاسِ لِیُذِیۡقَہُمۡ بَعۡضَ الَّذِیۡ عَمِلُوۡا لَعَلَّہُمۡ یَرۡجِعُوۡنَ) (سورۃ الروم آیت ۴۱)

ترجمہ :'' لوگوں کے اپنے اعمال کی وجہ سے مصیبت خشکی وتری میں ظاہر ہو گئی تاکہ خدا ان کو ان کے بعض اعمال (کی سزا) کا مزہ چکھائے شاید یہ لوگ (سیدھے راستے پر) پلٹ آئیں

ارشاد قرآنی ہے : (وَلَوۡ یُؤَاخِذُ اللّٰہُ النَّاسَ بِمَا کَسَبُوۡا مَا تَرَکَ عَلٰی ظَہۡرِہَا مِنۡ دَآبَّۃٍ) (سورۃ فاطر آیت ۴۵)

ترجمہ :'' اگر خدا تمام انسانوں سے ان کے اعمال کا مواخذہ کرتا تو روئے زمین پر کسی رینگنے والے کو بھی نہ چھوڑتا ''

شاید کسی کے ذہن میں یہ بات آئے کہ معصومین علیہم السلام بھی تو مصائب میں مبتلا ہوئے حالانکہ ان کے بارے میں گناہ کی نسبت کا سوچا بھی نہیں جا سکتا ۔

تو یہ بات یاد رکھیں جیسا کہ میں نے پہلے اس بات کا ذکر کیا تھا کہ گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے آنے والی مصیبتوں میں سب لوگ گرفتار ہوتے ہیں گناہکاروں کے گناہوں کی وجہ سے جو مصائب اور بلائیں آتی ہیں ان کی اذیت صالح اور غیر صالح سب کو ہی برداشت کرنی پڑتی ہے مثال کے طور پر دنیا میں بنی امیہ و بنی عباس اور آج تک آنے والی تمام ظالم حکومتیں لوگوں کے گناہوں کے ارتکاب کا نتیجہ ہیں لیکن ان ظالم حکومتوں کے ظلم کی چکی میں سارے لوگ پسے جا رہے ہیں

پس اس اعتبار سے گناہ کرنے والے لوگ تمام (انسانوں، معصومین بلکہ) پوری کائنات کے دشمن ہیں آفات ان کے گناہوں کا نتیجہ ہیں۔

والحمد للہ رب العالمین

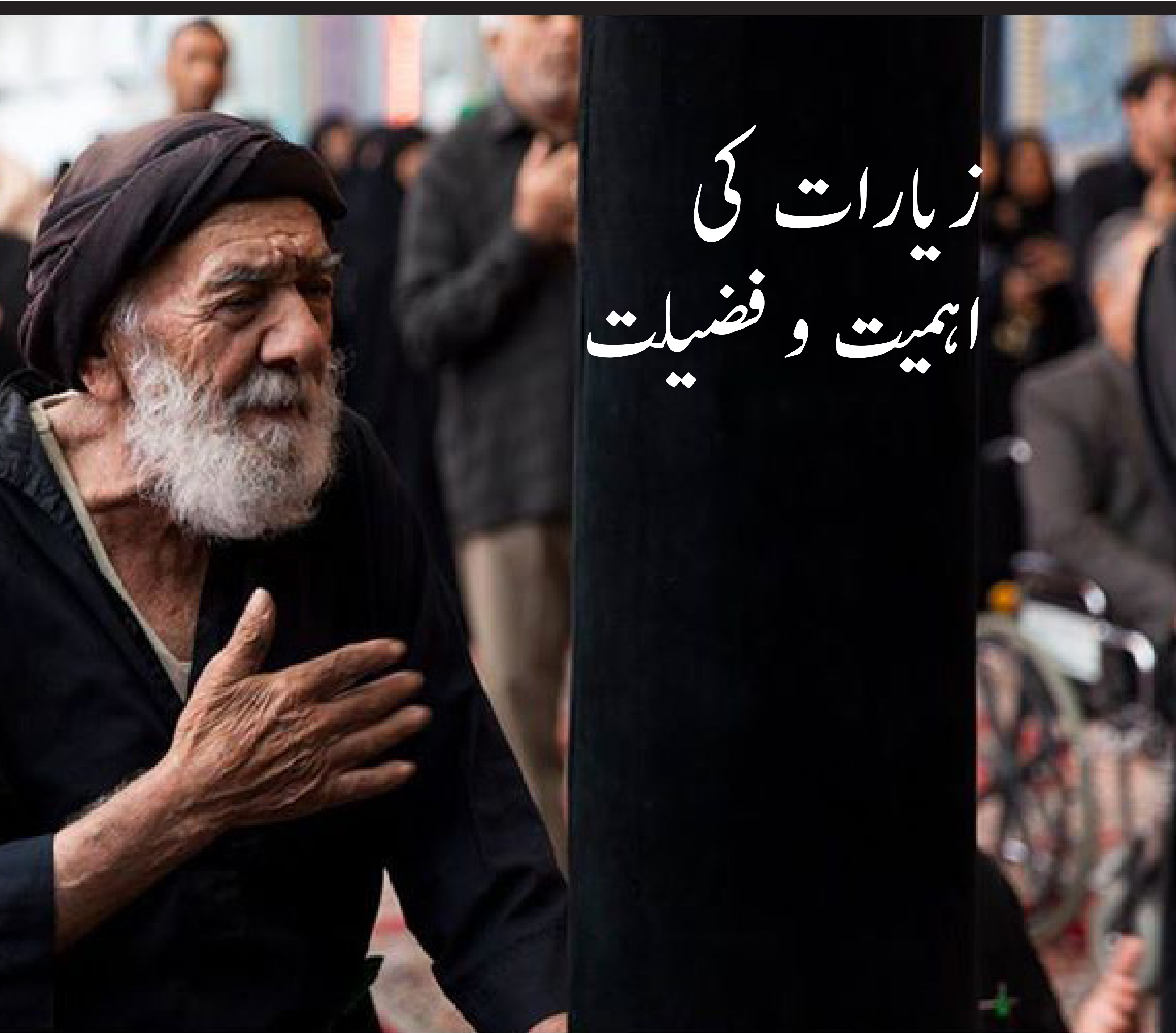

زیارات کی اہمیت و فضیلت

زیارت کا معنی ہے کہ کسی امام ، نبی ، ان کی اولاد یا شہداء کے مزار پر حاضری دینا جس طرح انبیاء اور آئمہ کی زندگی میں ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا بہت بڑا اثر اور ثمر ہے اسی طرح ان کی وفات کے بعد ان کی زیارت کرنا انسانی شخصیت کی تربیت اور باعث اجر و ثواب ہے ۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، حضرت سیدہ زہراء سلام اللہ علیہا ، آئمہ معصومین علیہم السلام ، شہداء ، اہلبیت علیہم السلام اور علماء و صالحین کی زیارت کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے۔

زیارت آئمہ علیہم السلام ان کے مقام و مرتبے اور جلالت وعظمت کا اعتراف ہے ان کی سیرت پر چلنے کا سبب ہے ان کے راستے اور طریقے کا احیاء ، ان سے تجدیدِ عہد ، ان سے محبت و مودت ان کی ولایت پر ثابت قدمی اور ان کے ذکر اور تعلیمات کو زندہ کرنے سے عبارت ہے ۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام فرماتے ہیں :

سَمِعْتُ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ: «إِنَّ لِكُلِ إِمَامٍ عَهْداً فِي عُنُقِ أَوْلِيَائِهِ وَ شِيعَتِهِ، وَ إِنَّ مِنْ تَمَامِ الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ وَ حُسْنِ الْأَدَاءِ زِيَارَةَ قُبُورِهِمْ،

(کافی (ط - دار الحدیث) ؛ ج٩ ؛ ص٢٩١)

آگاہ ہو جاؤ ہر امام کا اپنے چاہنے والوں اور زمانے والوں سے ایک عہد و پیماں (پر ایک حق) ہے اور اس عہد و پیماں کو بہتر انداز میں اپنانا ان کی قبور کی زیارت کرنا ہے ۔

اور یہ زیارات جہاں خود زائر پر گہرا اثر مرتب کرتی ہیں وہاں اس بات کی دلیل بھی ہیں کہ زائر اللہ تعالیٰ اور اس کے بھیجے ہوئے ہادیانِ برحق کی معرفت رکھتا ہے اس لئے کہ یہ زیارات آئمہ معصومین علیہم السلام کی تعلیمات اور ان کے پیغام کو انسانی معاشرے میں نشر کرنے اور پھیلانے کا بہترین ذریعہ ہے ۔

خاص کر موجودہ وقت میں کہ جب ظالم اور باطل ستمگر قوتیں طاقتیں انبیاء علیہم السلام اور آئمہ اہلبیت علیہم السلام کے آثار کو مٹانے کے

درپے ہیں ایسے وقت میں زیارت کا اثر نہایت مثبت اور مؤثر ہے اور ان ستم گر طاقتوں سے ٹکرانے کا اور ان سے مقابلہ کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔
روایات میں آئمہ علیہم السلام کی زیارات پر (خاص کر ان کی غربت کے اوقات میں)بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے اور جب زیارات پر جانا خوف وخطرے کے ساتھ ہو تو اس کے ثواب میں اضافہ ہوتا ہے نیز اگر سفر دور کا ہو اور دشوار تر ہو تو اجر وثواب میں بھی اسی قدر اضافہ ہوتا ہے۔
بیت اللہ ، روضہ نبی ﷺ ، انبیاء ، آئمہ معصومین علیہم السلام ،مؤمنین صالحین کی زیارت کے بہت زیادہ فضائل ہیں اور ان مقدس مقامات کی زیارت کرنا ایمان کے راسخ ہونے (رچ بس جانے)کا ذریعہ ہیں اور گویا زیارت ان بزرگوں کے ساتھ مربوط ہونے اور ان کے قریب ہونے کا سبب ہے اور اس سے انسان میں نیکی کی طرف بلانے اور حق کے دفاع کرنے کا اور اللہ کی راہ میں جان دینے کا جذبہ اور شعور پیدا ہوتا ہے ۔
پس زیارت تقرب الی اللہ کا ذریعہ اور وسیلہ ہے زیارت ان ذوات کے ساتھ قلبی لگاؤ ان کی محبت مودت کی دلیل ،نیز آنکھوں کی ٹھنڈک اور فکری پختگی کا موجب بھی ہے۔
خلاصہ یہ کہ زیارات یعنی شعائر اللہ کی تعظیم ، انبیاء و آئمہ ھدی علیہم السلام اور شہداء کی قربانیوں کی قدردانی اور ان سے محبت و عشق کی علامت ہے ۔
پس زائر اللہ تعالیٰ کے معنوی دسترخوان پر بلایا گیا ہے جہاں وہ معنوی کمالات و فضائل سے مستفید ہوتا ہے ۔
ہم یہاں ان فضائل کے بارے میں وارد بے شمار حدیث میں سے چند ایک کے ذکر کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں :
۱: زیارت امام حسین علیہ السلام گناہوں کی بخشش کا وسیلہ
امام موسی کاظم علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا :
عن الْكَاظِمُ ع مَنْ زَارَ قَبْرَ الْحُسَيْنِ عَارِفاً بِحَقِّهِ غَفَرَ اللَّهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَ مَا تَأَخَّرَ. مناقب آل أبي طالب عليهم السلام (لابن شهرآشوب) ؛ ج٤ ؛ ص١٢٨
جو شخص امام حسین علیہ السلام کی قبر کی زیارت ان کے حق کی معرفت رکھتے ہوئے کرے تو اللہ اس کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف کردیتا ہے۔
یہ روایت متعدد اسناد کے ساتھ دیگر آئمہ معصومین علیہم السلام سے بھی مروی ہے نیز اس مضمون کی بہت سی دیگر روایات بھی وارد ہوتی ہیں۔
۲:زیارت امام حسین علیہ السلام حج و عمرہ کے برابر
متعدد روایات اس مضمون کی وارد ہوئی ہیں ان میں سے یہ روایت بھی ہے ۔
عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع قَالَ: زِيَارَةُ قَبْرِ الْحُسَيْنِ ع وَ زِيَارَةُ قَبْرِ رَسُولِ اللَّهِ ص وَ زِيَارَةُ قُبُورِ الشُّهَدَاءِ تَعْدِلُ حِجَّةً مَبْرُورَةً مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ص. كامل الزيارات ؛ النص ؛ ص١٥٦
امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں امام حسین علیہ السلام ، رسول اللہ ﷺ اور شہداء کی قبور کی زیارت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کئے ہوئے مقبول حج جتنا ثواب رکھتی ہے۔
دیگر کچھ روایات میں حج کے ساتھ عمرہ کے ثواب کا بھی ذکر ہوا ہے۔
۳: زیارت طول عمر کا سبب ہے نیز جان و مال کی حفاظت قضاء حوائج اور وسعت رزق کا بھی سبب ہے۔
قَالَ الصَّادِقُ ع إِنَّ أَيَّامَ زَائِرِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ ع لَا تُعَدُّ مِنْ آجَالِهِم (بحار الأنوار (ط - بيروت) ؛ ج٩٨ ؛ ص٤٧)
امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ امام حسین علیہ السلام کے زائر کے (زیارت کے) دن اس کی عمر میں شمار نہیں کئے جائیں گے۔
ان مضامین پر مشتمل دیگر سینکڑوں روایات ہیں جو امام علیہ السلام کی زیارت کے فضائل اور مرتبے کو بیان کرتی ہیں ۔
اور یہ روایات عام ایام میں زیارت کے ثواب کو بیان کرتی ہیں ہم ذیل میں چند روایات مخصوص ایام میں زیارت کی فضیلت کے بارے میں نقل کرتے ہیں :
یوم عرفہ کی زیارت کا ثواب:
متعدد روایات میں وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرفہ کے روز اہل عرفات پر رحمت و مغفرت کرنے سے پہلے زائرین امام حسین علیہ السلام پر رحمت و مغفرت کی نظر فرماتا ہے ۔
نیز امام جعفر جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے :
قَالَ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ ع مَنْ زَارَ قَبْرَ الْحُسَيْنِ ع يَوْمَ عَرَفَةَ عَارِفاً بِحَقِّهِ كَتَبَ اللَّهُ لَهُ ثَوَابَ أَلْفِ حِجَّةٍ وَ أَلْفِ عُمْرَةٍ- وَ أَلْفِ غَزْوَةٍ مَعَ نَبِيٍّ مُرْسَلٍ وَ مَنْ زَارَ أَوَّلَ يَوْمٍ مِنْ رَجَبٍ غَفَرَ اللَّهُ لَهُ الْبَتَّةَ.(كامل الزيارات ؛ النص ؛ ص١٧٢)
امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص عرفہ کے دن امام حسین علیہ السلام کی زیارت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے حق میں ہزار حج ، ہزار عمرہ اور نبی مرسل کی رقاب میں ہزار مرتبہ جہاد کرنے کا ثواب عطا کرتا ہے اور جو شخص اول رجب کو امام کی زیارت کرے اللہ اس کے سارے گناہ بخش دیتا ہے۔
شب عاشور اور روز عاشور کی زیارت:
امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے :عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع مَنْ زَارَ الْحُسَيْنَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّة (كامل الزيارات ؛ النص ؛ ص١٧٤)
امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص امام حسین علیہ السلام کی زیارت کرے اس پر جنت واجب ہے۔
دیگر بہت ساری روایات کا مضمون یہ ہے کہ جو شخص روزِ عاشورہ امام حسین علیہ السلام کی زیارت کرے تو اتنا ثواب ملے گا کہ جیسے وہ اس روز امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کربلا میں شہید ہوا ہو۔
روز اربعین کی زیارت:
امام حسن عسکری علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:
قَالَ الْحَسَنُ الْعَسْكَرِيُّ ع عَلَامَاتُ الْمُؤْمِنِ خَمْسٌ صَلَاةُ إِحْدَى وَ الْخَمْسِينَ وَ زِيَارَةُ الْأَرْبَعِينَ وَ التَّخَتُّمُ بِالْيَمِينِ وَ تَعْفِيرُ الْجَبِينِ وَ الْجَهْرُ بِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمنِ الرَّحِيمِ. (روضة الواعظين و بصيرة المتعظين (ط - القديمة) ؛ ج١ ؛ ص١٩٥)
امام حسن عسکری علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مؤمن کی پانچ علامات ہیں: دن رات میں اکاون رکعت نماز پڑھنا، زیارت اربعین بجا لانا، دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا ، پیشانی کو خاک پر رکھنا(نماز کے دوران سجدے میں) اور نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو بلند آواز سے پڑھنا۔

حوزات علمیہ اور یونیورسٹیز کا سیاسی اصلاحات میں کردار

سماحۃ آیۃ اللہ العظمیٰ المرجع الدینی الکبیر الشیخ بشیر حسین النجفی دام ظلہ

امابعد: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اللَّهُ الَّذِی خَلَقَ سَبْعَ سمَاوَاتٍ وَ مِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنهُنَّ لِتَعْلَمُواْ أَنَّ اللَّهَ عَلیَ كلُِّ شیَءٍْ قَدِيرٌ وَ أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكلُِّ شیَءٍْ عِلْمَا(سورہ طلا ق ۔۱۲)

وہی اللہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور انھی کی طرح زمین بھی اس کا حکم ان کے درمیان اترتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور یہ کہ اللہ بلحاظ علم ، ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

میرے وہ عزیز بھائیو! جو حوزات علمیہ اور یونیورسٹیز کے علم و فضل کے میدان میں سر گرمِ عمل ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ جو کام آپ انجام دےرہے ہیں اور جو خدمات عراقی قوم کے لئے بالخصوص اور تمام اسلامی دنیا کے لئے بالعموم انجام دے رہے ہیں وہ ہر لحاظ سے عظیم اور قابلِ عزت ہے بے شک علم سے ہی خدا وندِ متعال کو اور اس کے دین کے احکام کو پہچانا جاتا ہے اور علم ہی کے ذریعے انسان غور و فکر کرتا ہے اوراپنے آپ کو سب سے زیادہ خوبصورت زیور سے آراستہ کرتا ہے اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ سب سے بہتر علم دین میں غور و فکر کرنا ہے ۔

حضور سے متفق علیہ حدیث میں ارشاد ہے ترجمہ (اللہ تعالیٰ جس شخص سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین میں غور و فکر کی توفیق عطا فرما دیتا ہے) نھج السعادۃ ج ۷ ص ۳۵۰

ایک اور مقام پرارشاد ہے ترجمہ (جو شخص علم حاصل کرنے کی کوشش کرے اور اسے حاصل کر لے تو اللہ تعالیٰ اسے دو اجر عطا فرماتا ہے اور جو علم حاصل کرنے کی کوشش کرے مگر اسے حاصل نہ کرسکے تو اللہ تعالیٰ اسے ایک اجر عطا فرماتاہے)الترغیب و الترھیب ج۱ ص۹۶ مجمع الزوائد ج۱ ص ۱۲۳

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات اور روایات ہیں کہ جن کے اندر ان دونوں علموں کو اکٹھا بیان کیا گیا ہے ۔ یعنی علم دین اور وہ علوم جن کو ہمارے عزیز یونیورسٹیوں میں حاصل کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ترجمہ (تم میں سے جو ایمان لے آئے اور وہ لوگ جنھیں علم دیا گیا ان کے درجات کو اللہ تعالیٰ بلند فرمائے گا) سورہ مجادلہ آیت۱۱

ترجمہ (اور ہم یہ مثالیں لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں مگر ان کو علم رکھنے والے ا ہی سمجھ سکتے ہیں) سورہ عنکبوت آیت ۴۳

حضور نبی اکرم ص سے منقول ہے کہ (علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے)منیۃ المرید ص۹۹

اور آپ ص نے فرمایا : (جو شخص علم حاصل کرنے کے لیے نکلتا ہے گویا وہ راہ خدا میں ہے جب تک کہ وہ واپس نہ آئے) منیۃ المرید ۱۰۱

اس موضوع کے متعلق اور بھی بہت سی آیات اور روایات موجود ہیں اور علم کی فضیلت کو جاننے کے لیے یہی کافی ہے کہ ہم پڑھی لکھی قوموں کو جہالت کے اندھیروں میں ڈوبی قوموں پر حاکم دیکھتے ہیں اور اس کے نتیجے میں جو تباہی اور گمراہی اور غیروں کے محتاج ہوجاتے ہیں اور وہ ہماری جہالت کا اپنے علم کے ذریعے بہت بری طرح استحصال کرتے ہیں پس وہ ملکی سیاست ،اقتصاد ، ثقافت اور خود مختاری پر حکمرانی کرتاہے ۔اور ہمیں اس حد تک ذلیل اور رسوا کردیتا ہے کہ جس کے بعد ذلت کا کوئی درجہ باقی نہیں رہتا ۔اور جہالت کے نتیجے میں گروہی اختلافات اور دہشتگرد تنظیمیں جنم لیتی ہیں جو ملک کے طول اور عرض میں فتنہ و فساد پھیلا دیتی ہیں۔جیسا کہ جہالت نفس اور خواہشات کے غلاموں کو یہ جرات و طاقت دیتی ہے کہ لوگ کرسی کو حاصل کرنے کی کوشش کریں لھذا اگر وہ کرسی تک پہنچ جائیں ۔خدا ہمیں اس سے محفوظ رکھے ۔ تو اسے اپنے ذاتی مفاد حاصل کرنے کیلئے استعمال کرتے ہیں اور علم و معرفت کے ہونیکی وجہ سے کوئی انہیں روکنے والا نہیں ہوتا ۔ نہ ان کا ضمیر اور نہ خداوند متعال کا خوف اور نہ ہی وطن مظلوم کی وابستگی کوئی بھی چیز انہیں ان کاموں سے نہیں روکتی ۔ ان لوگوں کی یہ روش ہمیں سید الشھداء کا وہ فرماں یاد دلاتا ہے جو آپ نے حکومت پر قابض یزید اور

اس کے پیروکاروں اور عبیداللہ ابن زیاد اور اس کے جلادوں کے ظالم و مفسد گروہوں کے بارے میں ارشاد فرمایا: اگر تمہارا کوئی دین نہیں ہے اور تم قیامت کے دن سے بھی نہیں ڈرتے تو کم سے کم اپنی دنیا میں ہی آزادی اختیار کرلو ۔اور اگر تم اپنے زعم کے مطابق عرب ہو تو اپنے حسب ہی کا کچھ خیال کرلو۔اللھوف فی قتلی الطفوف ص۷۱

دہشتگردوں اور ان کی پشت پناہی کرنیوالے جو انہیں اکسا رہے ہیں اور آمادہ و تیار کر رہے ہیں اور اسی طرح مسلمانوں کے امور کے حاکم اور ان کی طاقت و ملکیت کا استحصال کرکے بحران کھڑا کرنیوالے جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کی تلوار ان کے گھات میں ہے اور مظلوم کا ظلم پر غلبے کا دن ظالم کے مظلوم پر غلبے کے دن سے کہیں زیادہ سنگین ہے۔

حوزہ علمیہ نجف اشرف جو تمام دنیا کے حوزات کیلئے ام الحوزات کا درجہ رکھتا ہے اس حوزہ علمیہ کے مراجع کرام مظلوموں کے ساتھ ہمدردی اور ان کے دفاع کیلیے پوری قوت کے ساتھ پرعزم ہیں۔

عراق کے طول و عرض میں موجود ان دونوں مدرسوں یعنی حوزہ علمیہ اور یونیورسٹیوں کیلیے ضروری ہے کہ حوزہ علمیہ اپنے تمام سربراہوں ،شرکاء ، وکلاء ، اور علمبرداروں کے ساتھ مل کر اور اسی طرح یونیورسٹیاں بھی چونکہ علم کی بدولت قوم کا ہراول دستہ ہوتی ہیں لھذا انہیں بھی اپنے تمام رہنماؤں ،کارکنوں ،اور اپنے مخلص سربراہان کیساتھ مل کر پوری طاقت اور لگن کیساتھ جہالت کی تمام اقسام اور اس سے پیدا ہونے والی گمراہی و پسماندگی کی روک تھام کرنی چاہیے اور یہ سب کچھ اس وقت ممکن ہوگا جب لوگوں کو متوجہ کیا جائے اور انہیں ان دونوں مدرسوں کی طرف رغبت دلائی جائے اور ان کے نور سے منور کیا جائے اور جو کوئی بھی اس معاملے میں کسی قسم کی کوتاہی کرے گا تو وہ اس کے نتیجے میں برآمد ہونے والے اثرات کا خدا وندِ متعال اور تاریخ کے سامنے جواب دہ ہوگا۔ والسلام

حوزاتِ علمیہ اور یونیورسٹیز کے مابین جمع بندی ؟

بسمہ سبحانہ و تعالیٰ وصلی اللہ علی محمد وآلہ المیامین

اس سیمنیار کے منصوبے کا اہتمام کرنے والے میرے بھائیو اور اس کے لئے پر جوش میرے بیٹو آپ سب کو اللہ تعالیٰ علم کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کو افکار کے پھیلانے اور اپنی جانوں کو علم کی ترقی اور تہذیبِ نفس کی راہ پر صرف کرنے کی ہمت عطا فرمائے۔

یہ سیمینار ایک حوصلہ افزا اور قابلِ تحسین عمل ہے ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اس سیمنار میں ہونے والے فیصلے مفکرین کے نزدیک پسندیدہ اور خدمتِ علم شمار ہوں۔

حوزہ علمیہ کی شناخت اپنی حدود اور ان بلندیوں کے ساتھ جن کو ہمارے علماءِ ابرار نے اپنی جانوں کی قربانی دے کر معین کیا ان حدود کا باقی رہنا ضروری ہے جیسا کی یونیورسٹیز کی شناخت اور ان کا کردار ان کے ماہرین اور امور کی دیکھ بھال کرنے والوں کی معین کردہ حدود میں باقی رہنا چاہئے لیکن حوزہ علمیہ اور یونیورسٹیز کے مابین جمع بندی ان دونوں طرفوں کو ضائع کرنے کے مترادف ہے البتہ حوزہ علمیہ کے ثمرات سے استفادہ کرنا اور فتویٰ کا جاننا اور پھر اس فتویٰ پر عمل پیرا ہونا تمام انسانیت کے لئے ایک ضروری امر ہے لیکن اس سے مراد حوزہ علمیہ اور یونیورسٹیز کے مابین جمع بندی ہر گز نہیں ہے جیسا کہ یونیورسٹیز کے ثمرات میں سے ایک علم طب کے اندر مہارت حاصل کرنا ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس طب کے تجربے سے تمام انسان فائدہ حاصل کریں لیکن اس سے مراد یونیورسٹیز اور علمِ طب کے مابین جمع بندی ہر گز نہیں ہے پس خلاصہ کلام یہ ہے کہ حوزہ علمیہ اور یونیورسٹی میں سے ہر ایک کا طریقہ درس وتدریس اور نصاب ایک دوسرے سے بالکل جدا ہے اور انہیں ہمیشہ ایک دوسرے سے منفرد رہنا بھی چاہئے۔ واللہ الموفق

صلحِ امام حسن علیہ السلام کیوں؟

شیخ محمد حسین مطہری

قال النبی ﷺ ولو كان العقل رجلاً لكان الحسن (فرائد السمطين ج ۲ ص ۶۸)

وقال ايضاابناي هذان إمامان قاما أو قعد (فرائد السمطين ج ۲ ص۷۶)

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر عقل کوئی مرد ہوتی تو امام حسن علیہ السلام کی شکل میں ہوتی اور یہ بھی فرمایا کہ میرے یہ دونوں بیٹے (حسن و حسین) امام ہیں چاہے قیام کریں یا صلح کریں۔

نبی اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد ایسے واقعات و حالات رونما ہوئے جن کا مقابلہ کرنا ان کے سامنے قیام کرنا اور دین اسلام کو ان حوادث کے گردابوں سے سالم نکالنا علی علیہ السلام کے لئے بہت مشکل تھا لیکن یہ علی علیہ السلام کی حسنِ تدبیر تھی کہ تمام مشکلات و مصائب کے تحمل کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا لیکن اسلام کو ان حوادث کی نظر ہونے سے بچایا اور پچیس سال صبر کا مظاہرہ کیا اور پچیس سال کے بعد مسند خلافت ظاہریہ کی کرسی پر آپ کو بٹھایا گیا لیکن جونہی علی علیہ السلام نے خلافت اور امت کی رہبری قبول کی مخالفین اپنی پراکندہ افواج کو جمع کر کے علی علیہ السلام کے خلاف صف آراء ہوگئے اور علی علیہ السلام منبر خلافت پر بٹھا کر دینِ اسلام کی نشر و اشاعت اور اصلاح امت اسلام کے معطل احکام کے نافذ کرنے میں رکاوٹ بنے اور علی علیہ السلام نے ان رکاوٹوں کو جڑ سے کاٹنے کا فیصلہ کیا اپنے دورانِ حکومت میں اٹھنے والے بہت سارے فتنوں اور فتنہ گروں کی آنکھیں پھوڑ دیں اسی لئے جنگِ نہروان سے واپس ہونے کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا :

أَمَّا بَعْدَ حَمْدِ اَللَّهِ وَ اَلثَّنَاءِ عَلَيْهِ أَيُّهَا اَلنَّاسُ فَإِنِّي فَقَأْتُ عَيْنَ اَلْفِتْنَةِ وَ لَمْ يَكُنْ لِيَجْتَرِئَ عَلَيْهَا أَحَدٌ غَيْرِي بَعْدَ أَنْ مَاجَ غَيْهَبُهَا وَ اِشْتَدَّ كَلَبُهَا (نهج البلاغة خطبه ۹۳)

حمد و ثناءِ پروردگار کے بعد لوگو! یاد رکھو میں نے فتنے کی آنکھ پھوڑ دی ہے اور یہ کام میرے علاوہ کوئی دوسرا انجام نہیں دے سکتا جبکہ اس کی تاریکیاں تہہ و بالا ہو رہی ہیں اور اس کی دیوانگی کا مرض شدید ہوگیا ہے۔

اس طرح علی علیہ السلام نے بہت سارے فتنوں کو اندھا کر دیا اور اب مزید فتنے کی آگ روشن کرنے کے قابل نہ رہے تھے لیکن اس کے باوجود آپ بنی امیہ کے فتنے کی طرف سے سخت نگران تھے کہ وہ شروع سے اندھا ہے اور اندھے کی آنکھ پھوڑنے کا کوئی امکان نہیں ہے اور علی علیہ السلام کو فتنے کی جڑیں کاٹنے کی مہلت نہ دی اور ۱۹ رمضان المبارک کو ابن ملجم مرادی لعنت اللہ علیہ کے ہاتھوں زخمی ہوگئے اور اس ضرب کی تاب نہ لاتے ہوئے ۲۱ رمضان المبارک سن ۴۰ ہجری کی شب ایک کامیاب زندگی بسر کرکے ابدی زندگی بسر کرنے کے لئے اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے اور دینِ اسلام اور امتِ رہبری کی قیادت اور دینِ اسلام کی نگہبانی کی ذمہ داری اپنے فرزندِ ارجمند حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے کاندھوں پر ڈال دی اب امام حسن علیہ السلام اپنے بابا کے بعد امت کی رہبری کے لئے سامنے آئے اور وہ کام جو آپ کے بابا مکمل نہ کر سکے تھے یعنی فتنہ و فساد اور اسلام دشمن عناصر کو مکمل ختم کرنے کے لئے آپ نے قیام کا ارادہ کیا لیکن فریق مخالف مال و زر کے ذریعے اکثر لوگوں کو خرید چکا تھا اور خود امام علیہ السلام کے لشکر سے دنیا پرستوں کی ایک بڑی تعداد نکل کر فریق مخالف کے ساتھ ملحق ہوچکی تھی اور یہ کام خود امیر المؤمنین علیہ السلام کی زندگی میں ہی شروع ہو چکا تھا اور علی ابن ابی طالب علیہما السلام کے ساتھ لوگوں کی بے وفائی کرنے کی وجہ سے اکثر حصوں پر فریق مخالف قابض ہو چکا تھا فقط کوفہ ہی آپ کے زیر سلطنت باقی رہ گیا تھا اور کوفہ والے بھی آپ کے ساتھ مخلص نہ تھے اکثر آپ سے ناراحت تھے یہ بات آپ کے اس خطبے سے معلوم ہوتی ہے جو یمن پر بسر بن ارطاۃ کا حملہ کرکے قابض ہونے کی خبر کے بعد اہلِ کوفہ سے خطاب کر کے ارشاد فرمایا :

ماهی الا الكوفة

کہ میرے پاس اب یہی کوفہ فقط رہ گیا ہے جس کا بسط و کشادہ میرے ہاتھوں میں ہے اے کوفہ! اگر تو ہی ہے فقط اور یونہی تیری آندھیاں چلتی رہیں تو خدا تیرا برا کرے گا اور میں دیکھ رہا ہوں یہ لوگ اپنے باطل پر متحد ہونے کی وجہ سے تم پر مسلط ہو جائیں گے۔ (نہج البلاغہ خطبہ ۲۵)

اب ان حالات میں امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے سامنے دو راستے تھے یا ان چند ایک مخلص لوگوں کے ساتھ فریقِ مخالف کے خلاف قیام کریں یا ان کی طرف سے پیش ہونے والی صلح کو قبول کریں، قیام کرنے کی صورت میں قوی امکان یہ تھا کہ امام علیہ السلام ان فوائد و اہداف کو حاصل نہیں کرسکتے جو امام علیہ السلام حاصل کرنا چاہتے تھے اور اسلام کو کوئی فائدہ نہ پہنچتا جبکہ صلح کی صورت میں اسلام کی مکمل حفاظت تھی۔

معرفت امام و اسلام نہ رکھنے والے کچھ لوگ یوں اعتراض کرتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے اس صلح کی وجہ سے مؤمنین کی تذلیل کی ہے (نعوذ باللہ) اس وجہ سے یہ لوگ جب امام علیہ السلام کو سلام کرتے تھے تو السلام علیک یا مذل المؤمنین کہتے تھے۔

اس اعتراض کی وجہ اور علت کیا ہے؟

اولا : اس کی پہلی وجہ عدم معرفتِ امامت

ہے مکتبِ اہلبیت میں جو امامت کا نظریہ ہے اس سے نابلد ہونے کی وجہ سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے اس لئے مکتبِ تشیع میں ہر کس و ناکس امام نہیں بن سکتا بلکہ امام کے لئے وہی شرائط ہیں جو نبی کے لئے یعنی امام کے اندر ان اوصاف وکمالات کا ہونا ضروری ہے جو ایک نبی کے اندر موجود ہوتی ہیں اور یہ منصب منصبِ الٰہی ہے اور امام من جانب اللہ ہے اس میں کسی مخلوق کا عمل دخل نہیں ہے پس جب امام کےاندر وہی کمالات کا ہونا ضروری ہے جو نبی کے اندر ہوتے ہیں تو ان کمالات میں سے ایک عصمت ہے امام کا معصوم ہونا ضروری ہے جیسے نبی معصوم ہوتا ہے اس نظریے کے مطابق امام حسن علیہ السلام کی طرف غلطی اور اشتباہ کی نسبت دینا درست نہیں ہے۔

دوسری بات: امام محافظِ دین ہوتا ہے امام علیہ السلام کے اوپر واجب ہے کہ دینِ اسلام کو بچانے کے لئے جس طریقے کو اختیار کرنا پڑے اختیار کرے اگر قیام کرنے کی صورت میں دین کی بقاء ہے تو تمام خطرات کو بالائے طاق رکھ کر میدانِ جنگ میں اتر آئے اور اگر قیام نہ کرنے کی صورت میں دین کی بقاء ہے تو قیام کو ترک کرنا اور صبر سے کام لینا ضروری ہے اور اس بات کو امام حسن مجتبٰی علیہ السلام نے اپنے بابا علی مرتضٰی علیہ السلام کی سیرت میں مشاہدہ کر چکے تھے امام علی علیہ السلام کی سیرت مولا کے سامنے تھی اور قیام ہمیشہ مسئلے کا حل نہیں ہوا کرتا اگر قیام ہی دین کی حفاظت کا واحد حل ہوتا تو علی علیہ السلام جیسا شجاع کبھی گوشہ نشینی اختیار نہیں کرتے علی علیہ السلام کی شجاعت ختم نہ ہوگئی تھی بلکہ اب بھی علیؑ مرد میدان تھے جو زمانہ نبی ﷺ میں ہوا کرتے تھے بس فقط وجہ یہ تھی کہ علی علیہ السلام کے قیام نہ کرنے اور خاموش رہنے میں دین کی بقاء تھی اور اگر علیؑ نے تلوار نیام سے نکالی ہے تو ہمیشہ اسلام کی سربلندی کے لئے نکالی ہے اسلام کی نابودی کے لئے نہیں۔ بس آج علی علیہ السلام کا تلوار نکالنا اسلام کے لئے نابودی کا سبب تھا پس زندگی کے بڑے حصے کو علی علیہ السلام تنہائی اور بے بسی کی حالت میں گزارنے پر راضی ہوگئے اور آج حسن بن علی علیہما السلام اپنے بابا کی اس سیرت پر چلتے ہوئے اسلام کی بقاء کی خاطر فریق مخالف سے صلح کا معاہدہ کرنے کے لئے آمادہ ہوجاتے ہیں اور اگر صلح کرنا اور جنگ سے ہاتھ اٹھانا بزدلی ہے تو بانی اسلام نے مشرکین مکہ کے ساتھ جو صلح کیا تھا اس کے بارے میں کیا کہیں گے؟ آج حسن بن علیؑ کی صلح پر کسی کو اعتراض ہے تو اسے رسول اکرم ﷺ کی صلح پر بھی اعتراض کرنا چاہئے جس طرح اس زمانے کے کچھ اصحاب نے کیا تھا اور جس طرح نبی اکرم ﷺ کی سیرت ہمارے لئے نمونہ عمل ہے اسی طرح خود آئمہ علیہم السلام کے لئے نمونہ عمل ہے آج حسن بن علیؑ اپنے نانا کی سیرت پر چلتے ہوئے اسلام کی بقاء کی خاطر صلح کر رہے رہیں لیکن نانا اور نواسے کی صلح میں فرق صرف اتنا ہے نانا نے دین پہنچانے کے لئے صلح کی تھی نواسہ دین بچانے کے لئے صلح کر رہا ہے اور یہ صلح امام حسن مجتبٰی علیہ السلام کی شجاعت کی سب سے بڑی دلیل ہے اور اس صلح کے ذریعے سے فریق مخالف کو شکست فاش دی اور دنیا والوں کے سامنے حقیقت واضح ہوگئی۔

اس لئے شجاعت فقط قیام کرنے اور میدان میں اترنے کا نام نہیں ہے بلکہ شجاعت کا ایک وسیع معنیٰ ہے اور وہ یہ ہے کہ مقتضائے حال کے مطابق اقدام کرکے اپنے ہدف کو حاصل کرنا اور اپنے مقصد کی حفاظت کرنا یہ شجاعت ہے جو ہمیشہ لڑنے جھگڑنے اور بے موقع و محل تلوار کھینچتا ہے عرف عام اور معاشرہ میں کوئی اسے شجاع نہیں کہتا بلکہ پاگل اور مجنون سے تعبیر کرتا ہے لہٰذا اگر تلوار کھینچ کر میدانِ جنگ میں مصلحت ہے تو بے دریغ میدان میں کود جانا شجاعت ہے اور اگر تلوار نیام میں رکھ کر صبر کے کڑوا گھونٹ پینے میں مصلحت ہے تو صبر سے کام لینا شجاعت ہے اور امام حسن مجتبیٰؑ نے حالات اور زمانے کے تقاضے کو سمجھتے ہوئے اپنے اہداف کو حاصل کیا اور اس کی حفاظت کی یہی عین شجاعت ہے۔

پھر یہ اعتراض کیا جاتا ہے اگر زمانے اور حالات کے تقاضے کے مطابق اقدام کرنا شجاعت ہے تو امام حسین علیہ السلام نے قیام کیوں تھا جبکہ قیام کے لئے حالات سازگار نہیں تھے؟امام حسین علیہ السلام کو بھی اپنے بھائی کی سیرت پر چلتے ہوئے یزید پلید سے صلح کر لینی چاہئے تھے۔

اس اعتراض کے دو جواب دوں گا:

اولا: حالات کے تقاضے کے مطابق اقدام کر کے اپنے ہدف کو حاصل کرنا شجاعت ہے اب اگر امام حسین علیہ السلام یزید کے ساتھ صلح کر لیتے جس نے منبر رسول ﷺ سے اعلان کیا تھا: لعبت ہاشم بالملک فلا ** خبر جاء ولا وحی نزل

تو امام کی صلح سے نہ صرف نیز اسلام کی حفاظت کا ہدف پورا ہونا تھا بلکہ امام حسین علیہ السلام کا صلح کرنا دین کی نابودی کا سبب بنتا اس لئے کہ اگر امام حسین علیہ السلام صلح کر کے ایک طرف بیٹھ جاتے تو یزید کے لئے راستہ صاف ہو جاتا اور بغیر کسی روکاوٹ و مانع کے وہ اسلام کے پھلدار درخت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتا کیونکہ جب یزید نے اعلان کیا کہ بعض بنی ہاشم نے حکومت حاصل کرنے کے لئے کھیل کھیلا ہے اور نہ ان پر کوئی فرشتہ نازل ہوا ہے اور نہ ان پر کوئی وحی نازل ہوئی ہے تو اس وقت کے تمام مسلمان خاموش رہے اور کسی نے یزید کے اس فعل پر اعتراض نہ کیا اور کلمہ حق بلند کرنے کی جرات نہ کی اور ایک امام حسین علیہ السلام تھے جو اس اعلان کے مقابلے میں کلمہ حق بلند کر سکتے اگر وہ صلح کر کے خاموشی اختیار کرتے تو یزید اسلام کی شکل مسخ کر دیتا لہٰذا یزید کے خلاف قیام امام میں مصلحت تھی اور اپنے اہداف کو حاصل کرنا فقط قیام کے ذریعے سے ہی ممکن تھا لہٰذا امام حسین علیہ السلام نے قیام کیا اور اپنا پاک لہو دے کر اسلام کو دشمنوں کے چنگل سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آزاد کر دیا۔

دوسری بات: یہ ہے کہ مدِمقابل کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ کس بات کے لئے آمادہ ہے صلح چاہتا ہے یا جنگ کے علاوہ کسی اور کام کے لئے راضی نہیں۔ تو ہم دیکھتے ہیں کہ امام حسن علیہ السلام کے مقابل نے صلح کی پیش کش کی اور نہ فقط صلح کا مطالبہ کیا گیا بلکہ خود صلح کرنے میں اسلام کی بقاء اور حفاظت تھی لہٰذا صلح کی اس پیش کش کو امام حسن علیہ السلام نے قبول فرمایا لیکن امام حسین علیہ السلام کا مد مقابل فقط وفقط جنگ اور خون ریزی چاہتا تھا اس لئے اس نے والی مدینہ کو خط لکھا کہ حسین ابن علیؑ سے بیعت لے لو اگر بیعت نہ دے تو قتل کرو لہٰذا یزید کبھی امام علیہ السلام کے وجود کو نہیں چاہتا تھا لہٰذا امام علیہ السلام نے اپنے مقدس خون کو مدینہ میں بے ھدر ہونے کی بجائے قیام کیا لہٰذا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے بھی امام حسن علیہ السلام کی طرح صلح کیوں نہ کی اور یہ دین اور تاریخی حقائق سے جاہل ہونے کی واضح دلیل ہے۔

مقصد عزاداری کیا؟

شیخ واصف حسین

کتنا تعجب خیز امر ہے کہ دنیا کا ہر مذہب اپنے نئے سال کی ابتداء بڑے مسرت و شادمانی اور رقص و سرور سے کرتا ہے لیکن اسلام کے نئے سال کا آغاز رونے اور رلانے اور گریہ زاری سے ہوتا ہے جب محرم کا چاند اپنی غمز دہ صورت لے کر آسمان پر نمودار ہوتا ہے تو عالمِ امکان میں ایک غم کا طوفاں نظر آنے لگتا ہے ہر طرف سے نوحہ و ماتم کی آوازین قلبِ عالم کو پارہ پارہ کرنے لگیں۔

ہر گھر میں صف ماتم بچھ جاتی ہے ہر انسان کے دل میں آنسوؤں کا طوفان کروٹیں لینے لگتا ہے آنکھیں اپنے ساغروں کو اشکوں سے چھلکا دیتی ہیں ہر انسان کا ذہن اس واقعے کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے جو اب سے چودہ سو سال قبل سر زمین کربلا پر واقع ہوا اور وہ مظلومِ کربلا امام حسین علیہ السلام اور ان کی ساتھیوں کی قربانیوں کی داستان جس نے اسلام کو تازگی عطا کی اس کی یاد ہر سال ھلال محرم دیکھ کر تازہ ہو جاتی ہے اور وہ زخم جو برسوں سے رس رہا ہے ہر بار ہرا ہوجاتا ہے ، کبھی آپ نے اس بات پر غور کیا کہ مسلمانوں کا طرزِ عمل دنیا کے ہر مذہب سے منفرد کیوں ہے؟ کیوں نا یہ بھی دوسروں مذاہب کی طرح سال کا آغاز خوشی و مسرت سے کرتے؟

درحقیقت اسلام ہے دینِ فطرت اور فطرت کا تقاضہ ہے کہ جب بچہ دنیا میں آتا ہے تو روتا ہے تاکہ اس کا رونا دلیلِ حیات سمجھا اور یہی وجہ ہے جو بچہ نہ روئے اس کو رولانے کی کوشش کی جاتی ہے تو محض رونا ہی دلیلِ زندگی نہیں ہے بلکہ بلند آواز سے اور چیخ چیخ کر رونا۔

اگر اسلام کے نئے سال کی آغا رونے رولانے سے نہ ہوتی تو اس کا دعویٰ دینِ فطرت غلط ہوتا اس لئے اس کے نئے سال کا آغا ہوتا ہے ماہ محرم سے کہ جو اپنے دامن میں ایک ایسے واقعے کو لئے ہوئے ہے جس کو یاد کرکے ہر انسان اپنے ایمان و عمل میں تازگی پیدا کرسکتا ہے اور اشکِ رواں کرکے اپنے محسن کی بارگاہ میں اس عظیم کارناموں پر خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے دنیا کو ہدایت کی دعوت دے رہا ہے۔

عزاداری امامِ مظلومِ کربلا ہماری رگ حیات ہے عزاداری ایک ایسی کارفرما روح ہے کہ جو زندگی کے ہر شعبے پر حکمران ہے خوش نصیب ہیں وہ امام حسین علیہ السلام کے چاہنے والے جو حسینی تذکرے سے صحیح معنوں میں مستفید ہوتے ہیں اور ایمان اور عمل جیسی بے بہا دولت سے اپنی جھولیاں بھر لیتے ہیں اور بد نصیب ہیں وہ امام حسین علیہ السلام کے نام لیوا عزادار جو ان ایام میں اپنی سرگمیاں صرف رسوم منانے تک محدود رکھتے ہیں اور حسینی تعلیمات سے کوئی سبق حاصل نہیں کرتے اور ان کی زندگی میں کوئی انقلاب پیدا نہیں ہوتا۔

وہ شبِ عاشور امام حسین علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی عبادت کا حال اور انَ کی ایک شب کی مہلت کا تذکرہ سنتے ہیں لیکن ایسی چیز (نماز) کو کہ جس کے لئے یہ مہلت مانگی گئ تھی ضائع کرتے اور وہ امام مظلوم اور ان کے اصحاب کے اتحادِ عمل کا تذکرہ سنتے ہیں اور ان کو آپس میں ٹکراؤ کا ذریعہ اور آلہ کار بناتے ہیں تو لہٰذا عزادارنِ امام حسین علیہ السلام کو چاہئے کہ وہ حسینی کارناموں کو عملی حیثیت سے اپنانے کی کوشش کریں اور وہ اپنے آپ کو عملی حیثیت سے حسینی رضاکار بنا کر پیش کریں۔

ماہ محرم ہر سال ہمارے لئے یہ حسینی پیغام لے کر آتا ہے کہ باطل کے آگے سر نہ جھکاؤ اور باطل کا مقابلہ کرو اور حق و صداقت کے لئے جان ومالِ کی قربانی سے دریغ نہ کرو ہمیں چاہئے کہ حسینی یادگار کو اس طریقے سے منائیں کہ حسینی تذکرہ ہماری روحوں کو گرما دے اور ہمارے دلوں میں ذوقِ عمل کی تڑپ پیدا کر دے اس ضمن میں سب سے زیادہ ذمہ داری ہمارے ذاکرین و واعظین پر عائد ہوتی ہے کہ وہ ایسے بیانات کو ترک کریں کہ جو آپس میں فتنہ و فساد کا موجب بنیں بلکہ ایسے مضامنین کو اختیار کریں جن سے ہمارے اعمال متاثر ہوں اور اگر ہماری ان مجالس میں بد اخلاق شریک ہوتو وہ مجسمہ اخلاق بن کر اٹھے اگر کوئی بے نمازی آجائے تو وہ نمازی بن جائے اگر بزدل ہو تو جرتیح و بہادر بن جائیں اگر کوئی خاطئ وگناہگار ہو تو توبہ و استغفار پر مجبور ہو ، اگر دنیا دار ہو تو دیندار بن کر اٹھے اور حسینی تذکرے سے یہی تاثرات ہوتے ہیں۔ خطباء و واعظین کو مولا امیر المؤمنین علیہ السلام کے اس فرمان کو سامنے رکھنا چاہئے کہ جو شخص اپنے نفس کی اصلاح نہیں کرتا وہ کبھی دوسروں کا مصلح نہیں بن سکتا۔ سب سے پہلے اپنی اصلاح کرنی چاہئے دوسروں کی اصلاح سے پہلے اور سیرت امام مظلوم کربلا علیہ السلام پر چلنا چاہئے مراسمِ عزا کو ضرور بجا لائیں لیکن یہ صرف ظاہر داری پر مبنی نہ ہوں اگر آپ امام حسین علیہ السلام کے غم میں صفِ ماتم بچھاتے ہیں تو آپ کے دلوں میں بھی صفِ ماتم بچھی ہو اگر آپ اپنے عزاخانوں میں علم رکھتے ہیں تو ہر وقت حق و صداقت کی حمایت کا علمدار رہنا چاہئے مختصر یہ ہے کہ محرم امام حسین علیہ السلام کی یاد منانے کا زمانہ ہے اس زمانے میں آپ اپنے دلوں میں عہد کر لیجئے کہ آپ اسوہ حسینی کی جیتی جاگتی تصویر بننے کی کوشش کریں گے۔

حجاب میں عورت کی حفاظت ہے۔

شیخ شہباز حسین مہرانی

حجاب اور شوہر

خالق کائنات نے انسان کو عقل و شعور کی نعمت سے نواز ا ہے جس کی وجہ سے وہ عاقل و بالغ کہلاتا ہے، عاقل و بالغ ہونے کے بعد جب ضرورت محسوس کرتا ہے تو سنت نبوی پر عمل کرتے ہوئے شادی کرتا ہے نکاح کے بعد نہ صرف اس پر اپنی زوجہ کا نان و نفقہ واجب ہوجاتا ہے بلکہ زوجہ کی نسبت چند شرعی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں چونکہ شوہر اپنی زوجہ کی تمام حرکات اور تصرفات کا مسؤل اور ذمہ دار ہے ۔
اس نکتے کو رب العزت نے اپنی بابرکت کتاب قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ :

الرِّجالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّساءِ بِما فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلى‏ بَعْضٍ

مرد عورتوں پر نگہبان (حاکم) ہیں ،اس بناء پر کہ اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ (سورہ نساء آیت ۳۴)
اس آیت سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ شوہر اپنی زوجہ پر حاکم اور نگہبان ہے ، حاکم اور نگہبان اپنی رعیت کا مسؤل اور ذمہ دار ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے :

وَ قَالَ ع وَ الرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَ هُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُمْ

اور مرد اپنے اہل وعیال پر حاکم (نگران) ہے اور اسی سے اہل و عیال کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ (مجموعۃ ورام ج ا ص ۵)
اور اسی طرح مؤمنین کو اللہ تعالی نے حکم دیا ہے کہ اپنے اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے بچائیں ارشاد خداوندی ہے کہ :

يا أَيُّهَا الَّذينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَ أَهْليكُمْ ناراً وَقُودُهَا النَّاسُ وَ الْحِجارَة

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اوراپنے اہل و عیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔ (سورہ تحریم آیت ۶)
روایت میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ایک صحابی نے رسول خدا ﷺ سے سوال کیا کہ :

كيف أقي أهلي و نفسي من نار جهنّم،

میں اپنے نفس اور اپنے اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے کیسے بچاؤں ؟نبی پاک ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا :

تأمرهم بما أمر الله، و تنهاهم عمّا نهاهم الله، إن أطاعوك كنت قد وقيتهم، و إن عصوك كنت قد قضيت ما عليك

تم اپنی اہل و عیال کو امر خدا کا حکم دو اور نہی خدا سے روکو ، اگر انہوں نے تمہاری اطاعت کی تو تم نے ان کو جہنم سے بچا لیا اور اگر انہوں نے نافرمانی کی تو تم نے اپنا فریضہ ادا کردیا۔ (تفسیر نور الثقلین ج۵ص ۳۷۲)
ان آیات و روایات میں غور وفکر کرنے کے بعد یہ سوال ہوتا ہے کہ مؤمن مسلمان کس طرح اپنی شرعی ذمہ داری کو ادا کرے تاکہ اپنی اہل وعیال اور خصوصا بیوی کو نیکی کا حکم دے سکے اور برائی سے روک سکے ۔
اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس شرعی ذمہ داری کو ادا کرنے کے لئے مردِ مؤمن پر چند امور کا انجام دینا ضروری اور لازمی ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ مرد اپنی اہل و عیال خواتین کو حجاب شرعی ،پردے کا پابند بنائے ۔
خواتین پر واجب ہے کہ وہ نامحرم مردوں سے شرعی اور اسلامی حجاب کریں ۔
اگر بیوی حجاب نہیں کرتی تو شوہر پر واجب ہے کہ اپنی بیوی کو اس

حکمِ الٰہی کی طرف متوجہ کرے جو حجاب کے بارے میں ہے اور اس کو حجاب کا پابند بنائے ۔ارشادِ خداوندی ہے :

يا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْواجِكَ وَ بَناتِكَ وَ نِساءِ الْمُؤْمِنينَ يُدْنينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلاَبِيبِهِنَّ ذلِكَ أَدْنى أَنْ يُعْرَفْنَ فَلا يُؤْذَيْنَ وَ كانَ اللَّهُ غَفُوراً رَحيما

اے پیغمبر آپ اپنی بیویوں, بیٹیوں, اور مومنین کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی چادر کو اپنے اوپر لٹکائے رہا کریں کہ یہ طریقہ ان کی شناخت یا شرافت سے قریب تر ہے اور اس طرح ان کو اذیت نہ دی جائے گی اور خدا بہت بخشنے والا اور مہربان ہے۔(سورہ احزاب آیت ۵۹)
مرد کی طرح عورت کو بھی سوچنا چاہئے کہ اس کی قدر و قیمت اس کے حیاء اور عفت (پاک دامنی) میں ہے اور حجاب عفت و حیا کے لئے کنجی کی حیثیت رکھتا ہے اور کنجی کی حفاظت کرنا عورت کے اوپر ضروری اور واجب ہے ۔
امام علی علیہ السلام اپنے بیٹے کو وصیت میں لکھتے ہیں کہ :

وَاكْفُفْ عَلَيْهِنَّ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ بِحِجَابِكَ إِيَّاهُنَّ، فَإِنَّ شِدَّةَ الْحِجَابِ أَبْقَى عَلَيْهِنَّ،

اپنی عورتوں کو پردے کا پابند بنا کر ان کی نگاہوں کو تانک جھانک سے محفوظ رکھو کہ پردے کی پابندی ان کی عزت و آبرو کو باقی رکھنے والی ہے۔

وَلَيْسَ خُرُوجُهُنَّ بِأَشَدَّ مَنْ إِدْخَالِكَ مَنْ لاَيُوثَقُ بِهِ عَلَيْهِنَّ،

ان کو گھروں سے نکلنا اس سے زیادہ خطرناک نہیں ہوتا جتنا کسی ناقابل اعتماد کو گھر میں آنے دینا۔
امام علیہ السلام نے ایک عظیم سماجی نقطہ بیان کیا ہے جیسا کہ ہمارے معاشرے میں ہوتا ہے کہ بعض غیرت دار افراد عورتوں کو باہر جانے نہیں دیتے لیکن سارے خاندان اور غیر خاندان کے افراد کو گھر میں داخلے کی اجازت دے دیتے ہیں ۔
ظاہر سی بات ہے کہ اس طرزِ عمل کا خطرہ باہر نکلنے سے زیادہ خطرناک ہے اگر انسان عقل و ہوش کی دنیا میں زندگی گزار رہا ہے۔
اور اسی طرح امام علیہ السلام ان تمام مرد حضرات سے مخاطب ہیں جو پہلے گھر کی عورتوں کو باہر کے مردوں سے متعارف کرواتے ہیں اور اسکے بعد زندگی بھر اس کے نتائج کا مرثیہ پڑھتے ہیں اور مزید مولا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ :

وَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَلاَّ يَعْرِفْنَ غَيْرَكَ فَافْعَلْ

اگر ممکن ہوتو ایسا کرو کہ تمہارے علاوہ کسی اور کو وہ پہچانتی ہی نہ ہوں ۔
اس جملے کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ وہ کسی کو نہ جانتی ہوں اگرچہ نام ہی کیوں نہ ہو بلکہ امام علیہ السلام کے اس جملے کا مفہوم یہ ہے کہ عورت کے دل میں شوہر کے علاوہ کسی اور کی محبت اور غیر سے تعلقات نہ ہوں ۔

عورت کو اپنے قلب و دل کے صاف و شفاف آئینے میں صرف اپنے شوہر کی تصویر نظر آئے ،نہ کہ عورت کو اپنے دل کے آئینے میں اجنبی کی تصویر نظر آنے لگے ۔
اور اسی نکتے کی طرف رسول خدا ﷺ کی بیٹی جناب سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا نے متوجہ کیا ہے ۔جب بی بی سلام اللہ علیہا سے پوچھا گیا کہ عورت کے لئے بہترین چیز کونسی ہے ؟تو بی بی سلام اللہ علیہا نے جواب میں ارشاد فرمایا :

ان لاترى احدا و ان لايراها احد

عورت کے لئے بہترین چیز یہ ہے کہ وہ کسی کو نہ دیکھے اور اس کو کوئی اور نہ دیکھے (بحار الانور جلد ۴۳ ص ۸۴)
امام علیہ السلام اپنے بیٹے کو وصیت فرماتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں کہ :

وَلاَ تُمَلِّكِ الْمَرْأَةَ مِنْ أَمْرِهَا مَا جَاوَزَ نَفْسَهَا، فَإِنَّ الْمَرْأَةَ رَيْحَانَةٌ، وَلَيْسَتْ بِقَهْرَمَانَة

عورت کو اس کے ذاتی امور کے علاوہ دوسرے اختیارات نہ سونپو کیونکہ عورت ایک پھول ہے اور وہ کارفرما اور حکمران نہیں ہے ۔ (نہج البلاغہ مکتوب ۳۱)
اگر تمام مرد حضرات اس دستور (وصیت) پر عمل کریں تو معاشرے میں وہ تمام برائیاں اور فسادات جو عورت کی وجہ سے ہوتے ہیں ختم ہوجائیں کیونکہ باغ کے مالک کا کام ہے کہ وہ باغیچے کی حفاظت کرے ۔ فاعتبروا یا اولی الابصار پس اے بصیرت رکھنے والو! عبرت حاصل کرو (سورہ حشر آیت ۲)

مناسبات ماہ صفر المظفر

1 صفر المظفر

مولا امام حسین علیہ السلام کا سر شام میں پہنچا ۔
اہلبیت علیہم السلام کے قیدی شام پہنچے ۔
جنگ صفین کا آغاز ۔

2 صفر المظفر

مجلس یزید : روایات کے مطابق اس روز اسیران اہلبیت علیہم السلام کو یزید کے دربار میں پیش کیا گیا۔
شہادت زید بن علی بن حسین علیہم السلام

5 صفر المظفر

شہادت حضرت رقیہ بنت الحسین علیہ السلام

7 صفر المظفر

ایک روایت کی بنا پر امام حسن علیہ السلام کی شہادت
امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی ولادت

8 صفر المظفر

وفات حضرت سلیمان فارسی

9 صفر المظفر

حضرت عمار اور حضرت خزیمہ کی شہادت: یہ دونوں صحابی جنگ صفین میں شہید ہوئے۔
جنگ نہروان : اس روز جنگ نہروان فتح ہوئی

11 صفر المظفر

لیلۃ الھریر: جنگ صفین کی آخری رات

14 صفر المظفر

محمد بن ابی بکر کی شہادت

15 صفر المظفر

آغازِ بیماری پیغمبر ﷺ

20 صفر المظفر

چہلم امام حسین علیہ السلام :اس روز تمام دنیا سے لوگ امام حسین علیہ السلام کی زیارت کرنے کربلا آتے ہیں اور اکثر مؤمنین و مؤمنات پیدل امام حسین علیہ السلام کی زیارت کرتے ہیں ۔
حضرت جابر نے کربلا میں امام حسین علیہ السلام کی زیارت کی اور اسیران اہلبیت علیہم السلام شام سے کربلا پہنچے ۔
امام حسین علیہ السلام کا سر بدنِ مطہر کے ساتھ ملحق ہوا ۔

24 صفر المظفر

رسالتمآب ﷺ نے اس روز قلم و دوات کو طلب فرمایا تاکہ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کے لئے خلافت بلا فصل کی تحریر لکھ دیں ۔

25 صفر المظفر

اس روز رسول اکرم ﷺ نے اپنی امت کو ثقلین کی اتباع کرنے کا حکم دیا اور اس روایت کو بیان کیا : انی تارک فیکم الثقلین۔

26 صفر المظفر

لشکر اسامہ کے لئے پیغمبر ﷺ کا حکم : آپ نے گیارہ ہجری کو اسی روز اپنے مخصوص صحابہ کو حکم دیا کہ وہ اسامہ کی قیادت میں سفر روم پر جائیں اور رومیوں کے ساتھ جنگ کریں اور پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا تھا جو شخص لشکرِ اسامہ میں شامل نہ ہوگا خدا اس پر لعنت کرے گا خاص لوگوں نے اسامہ کے لشکر میں شرکت نہ کی اور واپس مدینہ چلے آئے۔

28 صفر المظفر

رسول اکرم ﷺ کی شہادت
امام حسن علیہ السلام کی شہادت

نظریہ کسب پر گزرنے والا تیسرا مرحلہ:

گزشتہ سے پیوستہ۔۔۔

مرحلہ انکار و ابطال:

جیسا کہ آپ پہلے دومراحل میں جان چکے ہیں کہ اشاعرہ کے علماء اپنی پوری زندگی توانائیاں صرف کرنے کے باوجود اس نظریہ میں علمی حوالے سے کوئی قیمتی اضافہ نہ کرسکے پھر آہستہ آہستہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ اللہ جل وعلا نے انہی میں کچھ عظیم المرتبت اور سلیم الفکر لوگوں کو بھیجا جنھوں نے اس نظریہ کے سلبی اثرات کو بھانپتے ہوئے اپنی عقل سے اندھی تقلید کی گرد کو جھاڑا اور اس نظریہ پر آزادانہ نظرثانی کرتے ہوئے کہا کہ بندے کی قدرت اس کے افعال میں مؤثر ہے۔

ا امام الحرمین الجوینی (المتوفی ۴۷۸ھ)

ابو معالی المعروف امام الحرمین یہ نظریہ رکھتے تھے کہ بندوں کی قدرت ان کےافعال میں موثر ہے اس قدرت کا مرجع ذات احدیت ہے یہ کائنات اسباب و مسببات کے نظام پر مشتمل ہے ہر مسبّب اپنے سے مقدم سبب سے قائم ہے یہاں تک کہ نوبت ذات احدیت تک پہنچ جائے

"انسانی قدرت و استطاعت کی نفی کرنا ان امور میں سے ہے کہ جن کا عقل سلیم انکار کرتی ہے اور کسی بھی طرح سے ایسی قدرت ثابت کرنا جو کہ اثر نہ رکھتی ہو وہ ایسے ہی ہے کہ گویا اصلاً قدرت کی ہی نفی کر دی گئی ہو،یا پھر ایسی تاثیر کو ثابت کرنا جو خاص حالات میں موثر نہ ہو یہ اصلاً اس تاثیر کی نفی کے مترادف ہے پس ضروری ہے کہ فعل کی نسبت بندے کی طرف حقیقتاً دی جائے لیکن اس میں احداث و خلق کا اشعار نہ ہو کیونکہ خلق میں استقلال کیساتھ عدم سے وجود میں لانے کا معنی پایا جاتا ہے اور انسان جس طرح اپنے اندر اختیار و اقتدار محسوس کرتا ہے بالکل اسی طرح وہ اپنے اندر عدم استقلال بھی محسوس کرتا ہے ۔پس فعل کا اسناد قدرت کی طرف دیا جاتا ہے اور قدرت کا اسناد ایک اور سبب کی طرف دیا جاتا ہے کہ جس سبب کی طرف اس قدرت کی نسبت ہوتی ہے جیسا کہ فعل کی نسبت قدرت کی طرف ہے۔ اسی طرح ہر سبب کا ایک اور سبب کی طرف اسناد ہوتا ہے یہاں تک کہ یہ سلسلہ مسبّب الاسباب تک جا پہنچتا ہے ۔اور وہی ان اسباب ومسببات کو خلق کرنے والا ہے۔جو ہر طرح سے بے نیاز ہے۔پس ہر سبب جس قدر بھی بے نیاز ہو لیکن کسی نہ کسی جہت سے محتاج ہوتا ہے لیکن خداوند تعالی کی ذات وہ غنی مطلق ہے جو کسی کی بھی محتاج نہیں ہے۔

احمد ابن تیمیہ:

احمد ابن تیمیہ کہتا ہے کہ عبد فاعل حقیقی ہے اور حقیقتاً ہی اپنے افعال پر قادر و مستطیع ہے ۔جمہور طبیعی اسباب کی تاثیر کا انکار نہیں کرتے بلکہ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ تعالی ہواؤں کے ذریعے بادل پیدا کرتا ہے بادلوں کے ذریعہ بارش برساتاہے پانی کے ذریعہ کھیتی اگاتا ہے پس جمہور اہل سنت مخلوقات میں موجود طبیعی قوی کی لفظی و معنوی تاثیر کے قائل ہیں۔

لیکن جو قول علامہ حلی نے نقل کیا ہے وہ اشعری اور ان جیسے دوسرے بعض قدری علماءاور فقہاء مثلا امام مالک ،شافی اور امام احمد کا نظریہ ہے کیونکہ وہ مخلوقات میں طبیعی اسباب کی تاثیر کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ کہتے ہیں کہ "اللہ نے ان کے ہاں فعل خلق فرمایا ہے نہ کہ ان کے ذریعے ۔

وہ کہتے ہیں کہ بندے کی قدرت اس کے افعال میں موثر نہیں ہوتی اور ان میں سے ایک قول اشعری کا ہے کہ جس میں وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالی بندے کے فعل کو انجام دینے والا ہے اور بندے کا فعل اس کا عمل نہیں بلکہ اس کے لیے کسب کی حیثیت رکھتا ہے اور درحقیقت

وہ فعل خدا ہے جبکہ جمہور اہل سنت کا نظریہ اس کے خلاف ہے (منہاج السنۃ ۲۶۶/۱)

توجہ طلب:

اہل سنت کے نزدیک عقائد میں امام احمد ،ان کے بعد اشعری کلیدی حیثیت کے حامل ہیں اور وہ بندے کی قدرت کی تاثیر کے قائل نہیں ہیں ۔ پس کیسے تاثیر قدرت عبد کو جمہور اہل سنت کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے ۔

۳) شعرانی کا نظریہ :

صاحب کتاب الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر) کہتے ہیں کہ نظریہ کسب اور نظریہ جبر میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں ہے ۔

۴) الشیخ عبدہ کا نظریہ :

الشیخ محمد عبدہ نے علماء مصر کی طرف جاتے ہوئے صراحتاً اس عقیدے کا اظہار کیا ہے کہ بندے کی قدرت اس کے افعال میں موثر ہے جب کہ اس سے پہلے اہل مصر اس بات کے قائل تھے کہ عبد کی قدرت اس کے افعال میں کار فرما نہیں ہوتی اور اس مورد میں کوئی بھی طبیعی اسباب اثر پذیر نہیں ہوتے لیکن شیخ محمد عبدہ نے صراحتاً اس نظریہ کے خلاف بات کی اور کہا کہ بندے کی قدرت کی اس کے افعال میں تاثیر حتمی اور لازمی ہے

درج ذیل دو عوامل نے شیخ عبدہ کی فکر پر گہرے نقوش چھوڑے جس کی وجہ سے انہوں نے کافی سارے مسائل میں عام اہل سنت کے مخالف بات کی۔

نہج البلاغہ سے شناسائی ۔

السید جمال الدین اسد آبادی سے ارتباط ۔

پس ان دو عوامل کی بنا پر انہوں نے افعال عباد کے بارے میں یہ رائے دی ہے کہ بندے کے افعال خود اس کی قدرت کی وجہ سے وقوع پذیر ہوتے ہیں اب طبیعی اسباب حتماً و جزماً ان افعال میں موثر ہوتے ہیں۔

۵)زرقانی اور جمع بین النصوص:۔

شیخ محمد بن عبدالعظیم الزرقانی صاحب کتاب مناھل العرفان فی علوم القرآن کہتے ہیں کہ " قرآن مجید اور سنت نبوی میں کثیر تعداد میں ایسی نصوص موجود ہیں جو دلایت کرتی ہیں کہ ہر شئی کا خالق اللہ تعالی ہے اور ہر شئی کا مرجع اللہ تعالی کی ذات ہے اور ہدایت و گمراہی خداوند کریم کے ہاتھ میں ہے۔

اس کے بعد وہ کہتا ہے کہ ایسی آیات و روایات بھی کثیر تعداد میں موجود ہیں جو دلالت کرتی ہیں کہ بندے کے افعال اس کی قدرت سے ہی وقوع پذیر ہوتے ہیں اور اچھے کام کرنے والوں کو اللہ کی رحمت شامل حال ہوتی ہے اور برے اعمال انجام دینے والوں کو غضب الہی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

زرقانی درج بالا دونوں نصوص کو ذکر کرنے کے بعد ایک نتیجہ اخذ کرتا ہے جو حسب ذیل ہے۔

" اہل سنت کو پہلی قسم کی نصوص نے حیرت میں مبتلا کر دیا ہے پس وہ کہتے ہیں کہ انسان اپنے افعال اختیاری اس کے خلق کر دہ نہیں ہیں بلکہ خدا کی مخلوق ہیں ۔ لیکن جب ان سے کہا جائے کس طرح بندے کو اس کے انجام نا دہندہ فعل پر جزا یا سزا دی جا سکتی ہے؟

کسطرح یہ بات عدالت و حکمت الہی سے مناسبت رکھتی ہے؟

تو اہل سنت اس اشکال کا جواب یوں دیتے ہیں " اگرچہ انسان اپنے فعل کا خالق نہیں مگر کاسب ضرور ہے اور یہ کسب ہی جزاء و سزاء کا معیار و ملاک قرار پاتا ہے

پس اہل سنت نے پہلی قسم کی نصوص کو خلق افعال پر حمل کیا ہے اور دوسری قسم کی نصوص کو کسب پر حمل کرتے ہوئے ادلہ کے درمیان جمع کی ہے۔

جبکہ معتزلہ کو دوسری قسم کی نصوص نے حیرت زدہ کر دیا ہےجس کی بنا پر وہ اس نظریے کے قائل ہوئے ہیں کہ انسان خود اپنے اختیاری افعال کا خالق ہے لیکن جب ان سے کہا جائے کہ اللہ تعالی ہر شئی کا خالق نہیں ؟ اور ہر شئی میں افعال عباد بھی داخل ہیں؟

معتزلہ اس سوال کا جواب دیتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالی باشمول افعال عباد کے ہر شئی کا خالق ہے ہاں اللہ تعالی نے بعض اشیاء کو بالواسطہ پیدا کیا ہے جبکہ دوسری بعض کو بلا واسطہ ۔بندے کے افعال بالواسطہ خلق فرمائے ہیں اور اللہ تعالی انسان کے اندر آلات کو خلق کرنے کے ذریعے اس کے اعمال کا خالق ہے وہ آلات قدرت کلیہ اور ارادہ کلیہ جو دونوں کے متعلق ہونے کی صلاحیت رکھتے ہے۔ہمیں حق نہیں ہے ہم طاقت اور قدرت رکھتے ہوں سوائے یہ کہ ہم نے اسے دو صورتوں میں استعمال کیا ہے چاہے یہ اختیار اچھا لگے یا برا۔پس کوئی مانع نہیں کہ ہم اس بات کے قائل ہوں کے اللہ تعالی بندوں کے افعال کا خالق ہے ۔لیکن یہ خالق ہم اس اعتبار سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ اسباب اور وسائل کا خلق کرنے والا ہے۔

پس یہ جان لیں جس طرح وجود میں قدرت اسی کی ہے اسی طرح تمام افعال بھی اسی کے ہیں یہ مراد نہیں کہ زید سے صادر ہونے والا فعل اس کا نہیں ہے بلکہ زید کا فعل باوجود اس کے کہ وہ درحقیقت زید کا فعل ہے وہ حقیقت میں اللہ تعالی کا بھی فعل ہے۔جیسا کہ زید کا وجود بعینہٖ خارج میں ایک متحقق امر ہے اور زید کی طرف حقیقتاً منسوب ہے نہ کہ مجازاً ۔ باوجود اس کے کہ وہ پہلے حق کے شئوون میں سے ہے اسی طرح اس کا علم ارادہ حرکات و سکنات اور تمام افعال جو اس سے صادر ہوتے ہیں یہ اس کی طرف حقیقتاً منسوب ہیں نہ کہ مجازاً ۔

انسان سے صادر ہونے والے ہر فعل کا وہ خود فاعل ہے اور ساتھ یہ بھی ہے کہ انسان کا یہ فعل اللہ تعالی کے افعال میں سے ایک فعل بھی ہے (وہ افعال جو اللہ تعالی کی ذات کے لائق ہیں) خالق اور مخلوق کے ما بین اس قسم کی نوع کا حدیث قدسی میں بھی اشارہ ملتا ہے جس میں اللہ نے فرمایا " اے ابن آدم تو اپنے لیے جو بھی پسند کرتا ہے وہ سب میری مشیئت سے ہے میری قوت سے تو میرے فرائض انجام دیتا ہے میری نعمت سے تو میری نافرمانی پر طاقت ور ہے۔میں نے تجھے سمیع، بصیر اور طاقتور بنایا ہے۔"

پس اشاعرہ نے علل و اسباب کو مقام تاثیر اور ایجادمیں غیر موثر قرار دیا ہے در حالانکہ یہ علل و اسباب اللہ تعالی کے لشکر ہیں ۔

جیسا کہ مفوضہ نے اللہ تعالی کی قدرت کو اس کی سلطنت سے ہٹا دیا ہے اور بعض دوسروں کو اللہ کی سلطنت میں حکمران مان لیا ہے

وہ حق کہ جس کی برہان تائید کرتی ہے اور کتاب تصدیق کرتی ہے یہ ہے کہ فعل دو قدرتوں کے ذریعے وجود میں آتا ہے لیکن یہ دو قدرتیں مساوی نہیں ہیں اور نہ ہی یہ دونوں علت تامہ ہیں۔ بلکہ جو دوسری قدرت ہے وہ پہلی کے مظاہر شئوون اور جنود میں سے ہے۔جیسا کہ ارشاد ربانی ہے" اللہ کے لشکر کو سوائے اس کے اور کوئی نہیں جانتا۔"

مرجع عالی قدر دام ظلہ سے پوچھے گئے سوالات و جوابات

ترجمہ وترتیب شیخ قیصر عباس نجفی

سوال: کیا عزاداری کے دوران ماتم کرتے ہوئے مردوں کو براہ راست یا ٹیلی ویژن پر خواتین دیکھ سکتی ہیں جبکہ مردوں کے گریبان چاک اور سینے ظاہر ہوتے ہیں ؟

جواب: جہاں تک براہِ راست دیکھنے کی بات ہے تو خواتین کو اس سے اجتناب کرنا چاہئے اور اسی طرح اگر ٹیلی ویژن وغیرہ میں دیکھنا نفسانی انفعال کا باعث بنے تو اس سے اجتناب لازم ہے۔ میری بچیو! یہ بات ذہن نشین کر لو کہ خواتین کے جسم کے ہر وہ حصے جس کی طرف نگاہ کرنا نامحرم مرد کے لئے حرام ہے مرد کے بھی اس حصے کی طرف خواتین کا نگاہ کرنا حرام ہے ۔

سوال: حضرت امام سجاد علیہ السلام نے کس طرح کوفہ سے کربلا آکر شہداء کو دفن کیا؟

جواب: امام سجاد علیہ السلام معجزہ اور خدا کی طرف سے عطا کردہ قدرت و صلاحیت کے ذریعے تشریف لائے کہ جس کے استعمال کی خدا نے انہیں اجازت دی تھی تاکہ تدفین کا عمل سرانجام پاسکے۔

سوال: کیا خواتین ممیّز بچے کی تلاشی لے سکتی ہیں اور اگر اس بات کا شک ہو کہ بچہ ممیّز ہے یا نہیں تو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟

جواب: اختیاری حالت میں اس کی تلاشی لینا جائز نہیں ہے ۔

سوال: کیا حائضہ عورت یا مجنب شخص امام علیہ السلام کے روضے کے صحن میں داخل ہو سکتے ہیں ؟

جواب: صحن میں جانے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اس حالت میں ضریح والے کمرے میں جانا ممنوع ہے۔

سوال: کیا خاک شفا کو چنے کے دانے کے برابر یا اس سے زیادہ کسی بیماری کے علاج اور اس سے شفایابی کے لئے کھایا جاسکتا ہے اور کیا بیماری کے علاوہ کربلا کی مٹی کو فقط امام حسین علیہ السلام کی محبت کی وجہ سے کھایا جاسکتا ہے نیز کیا خاک شفا پورے کربلا کی مٹی ہے یا پھر کربلا میں کسی خاص جگہ کی مٹی خاک شفا ہے؟

جواب: احتیاط کی بنا پر فقط ایک چھوٹے چنے سے کم مقدار میں خاک شفا کو فقط بیماری کے علاج کی غرض سے کھایا جا سکتا ہے اس کے علاوہ نہیں اور کربلا کی ساری مٹی خاک شفا نہیں ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ سارے کربلا کی مٹی مقدس اور قابلِ احترام ہے لیکن جس مٹی کا خاک شفا کے طور پر بیماری سے نجات کے لئے کھانا جائز ہے اس کی چند شرائط ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ پہلے تو شرعی طور پر یہ ثابت ہونا چاہئے کہ امام حسین علیہ السلام کی قبر یا جس حد تک اس کے قریب سے لینا ممکن ہو وہاں سے لی گئی ہو اور اسی طرح ان دعاؤں کا پڑھنا بھی معتبر ہے جو معصومین علیہم السلام سے اس بارے میں مروی ہیں ۔

سوال: مشہور یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام کا سر کربلا میں دفن ہوا لیکن مصر میں موجود امام حسین علیہ السلام کی سر مبارک کی ضریح کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

جواب: سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کے سر کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ کہاں دفن ہوا لیکن علماء و محققین کے نزدیک ثابت ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کو شام سے کربلا لایا گیا تھا۔

اسی طرح کتابوں میں ایسی روایات بھی موجود ہیں کہ جو اس کی نفی کرتی ہیں سید عبد الرزاق مقرم نے اپنی کتاب مقتل الحسین میں ان روایات کو جمع کیا ہے جو سانحہ کربلا کے بارے میں معتبر کتابوں میں موجود ہیں ۔ سید عبد الرزاق مقرم نے باوثوق ذرائع سے نقل کیا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کو ان کے جسم کے ساتھ کربلا میں دفن کیا گیا ہے ۔

سوال: کیا عاشورہ کے دن خیموں میں پانی موجود تھا ؟

جواب: اگرچہ بعض شاذ و نادر اور غیر معتبر روایات میں شب عاشور خیموں میں پانی کے وصول کی طرف اشارہ ملتا ہے لیکن اس کے برعکس بے شمار روایات پانی کی عدم موجودگی اور امام حسین علیہ السلام کے پیاسے شہید ہونے کی تصدیق کرتی ہیں ۔

سوال: ہر زیارت کے موقع پر نجف اور کربلا پیدل جانا شرعی حوالے سے کیا حکم رکھتا ہے؟

جواب: ایسا کرنا مستحب ہے اور اس کا بہت زیادہ اجر و ثواب بھی ہے کیونکہ اس سلسلے میں بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں۔

سوال: یہاں پاکستان میں اورنگ زئی ایجینسی میں حالات باقی پاکستان سے مختلف ہیں تقریبا دو سو سال پہلے یہاں تبلیغ اسلام صوفی ازم کے ذریعے ہوئی تھی اب مجالس امام حسین علیہ السلام میں وجدان کا طریقہ رائج ہے اور ڈھول کے علاوہ دوسرے آلات موسیقی بھی بجائے جاتے ہیں کیا مجلس امام حسین علیہ السلام میں ساز بجانا جائز ہے؟

جواب: وہ ساز جس کی آواز گانے کی طرز پر ہو اس کا بجانا اور سننا دونوں حرام ہیں خواہ مجلس امام حسین علیہ السلام میں ہو یا غیر مجلس میں۔ واللہ العالم

سوال: جو شخص نماز نہیں پڑھتا کیا اس سے تعلقات رکھنا جائز ہے؟

جواب۔ اگر آپ کے سلام و دعا کو باقی رکھنے سے اس بے نمازی شخص کی دل جوئی ہو گی اور اس کو یہ شعور ہو گا کہ آپ اس کے اس کئے پر راضی ہیں تو اس صورت میں آپ اس سے دوری اختیار کریں۔ واللہ العالم

سماحۃ آیۃ اللہ العظمیٰ المرجع الدینی الکبیر الشیخ بشیر حسین النجفی دام ظلہ

سوال: اگر خاوند طلاق نہ دینا چاہتا ہو اور دوسری شادی بھی کرنا چاہتا ہو تو کیا کوئی مولانا صاحب اس کی زبردستی طلاق کروا سکتے ہیں؟

جواب: خداوندعالم نے طلاق صرف شوہر کے ہاتھ میں رکھی ہے اور بعض حالات کے پیش نظر حاکم شرعی (مجتہد صاحب فتوی) کو شرعاً حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ کسی کی بیوی کو طلاق دے دے۔ واللہ العالم

سوال: کیا بغیر حوالے کے معصومین علیہم السلام کے فرامین کو میسجز میں فارورڈ کیا جاسکتا ہے؟

جواب: آپ کے لئے جائز ہے کہ ان معصومین کی طرف نسبت شدہ فرامین کو لوگوں تک پہنچائیں اور اس سے عہدہ برا ہونے کے لئے جہاں سے آپ نے یہ پیغام حاصل کیا ہے اس کا حوالہ ساتھ لکھیں۔ واللہ العالم

سوال: قرآن کی موجودہ ترتیب سورتوں اور پاروں کی کس نے دی ؟

جواب: دیکھیں قرآن کو رسولؐ نے حکم خدا سے سورتوں اور پھر سورتوں کو آیات میں تقسیم فرمایا ہے، اور اس کے بعد علماء نے تیس حصوں میں تقسیم کیا تاکہ ایک مہینے میں قرآن ختم کرنے کے لئے آسانی ہو اور یہ تقسیم خدا یا کسی معصوم سے صحیح ہندسیہ ثابت نہیں ہے اور اسلام کے لئے خدا کی وحدانیت کا عقیدہ اور رسولؐ کی نبوت کا عقیدہ مسلمان بننے کے لئے ضروری ہے اور اہل بیتؑ کی پیروی کے لئے ضروری ہے کہ بارہ اماموں کی ولایت کا اقرار ہو۔ واللہ العالم

سوال: اگر کسی پر قضا روزے واجب ہوں تو کیا وہ سنتی روزے رکھ سکتا ہے؟

جواب: اگر قضاء روزے ہوں تو اس کی قضاء اس کی گردن پر ہے، سنت روزے رکھنا جائز نہیں اور جس دن سنت روزہ رکھنا چاہے تو اس دن قضاء روزہ رکھے۔ واللہ العالم

سوال: کیا خودکشی کرنے والے کے ایصال ثواب کے لئے فاتحہ خوانی کی جاسکتی ہے؟

جواب: ظاہر ہے کہ خودکشی سے انسان اسلام سے خارج نہیں ہوتا اور کفن و دفن ہر مسلمان کے لئے ثابت ہے اور اسی طرح نیکیوں اور فاتحہ خوانی اور دیگر ایصال ثواب کے لئے بھی اس کا مسلمان ہونا کافی ہے کہ جس کو یہ ہدیہ کی جائیں۔ واللہ العالم

سوال: اگر والد حکم جہاد دے اور والدہ منع کرے تو اولاد کے لئے کیا حکم ہے؟

جواب: اگر جہاد واجب ہو جائے تو والدین میں سے کسی کی بھی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ واللہ العالم

سوال: میں آپ کی تقلید کرنا چاہتی ہوں اس کا طریقہ کار کیا ہے میں شیعہ ہوں لیکن ہماری فقہ کے ساتھ المیہ یہ ہے کہ ہمارے بزرگ ہمارے بچوں کا ہمارے مذہب کا اصل مطلب نہیں سمجھاتے؟

جواب: آپ دل سے یہ قصد کریں کہ آپ میرے فتویٰ پر عمل کریں گی اور میری توضیح المسائل اور مختصر الاحکام ہمارے دفتر سے حاصل کریں۔ والسلام

لاہور ، منڈی بہاؤالدین ، خوشاب اور بھکر سے آئے ہوئے مؤمنین کی مرجع عالی قدر دام ظلہ سے ملاقات

صوبہ پنجاب کے مختلف اضلاع سے آئے ہوئے مؤمنین نے مرجع عالی قدر دام ظلہ سے ان کے مرکزی دفتر نجف اشرف میں ملاقات کی اس ملاقات کا مقصد مرجع عالی قدر دام ظلہ سے علمی استفادہ کرنا تھا۔

اس ملاقات میں جب مؤمنین نے سوال کیا کہ کیا امام بارگاہ کی زمین میں مسجد بنائی جا سکتی ہے تو مرجع عالی قدر دام ظلہ نے فرمایا کہ امام بارگاہ کی زمین میں مسجد نہیں بنائی جا سکتی۔ اس ملاقات میں مرجع عالی قدر دام ظلہ نے اس بات پر بھی زور دیا کہ تقلید ہر بالغ مرد اور عورت پر واجب ہے اور تقلید کے بغیر نہ انسان کی عبادات درست ہیں اور نہ معاملات اور نہ نکاح درست ہے اس اہم واجب الٰہی اور فریضہ الٰہی کی ادائیگی میں کوتاہی جائز نہیں ہے آخر پر مرجع عالی قدر دام ظلہ نے مؤمنین کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ مؤمنین کو اپنی ہر زیارت کو آخری زیارت سمجھنی چاہئے اور ہر زیارت کو اس طرح بجا لائیں جیسے یہ ان کی آخری زیارت ہے۔

حج بیت اللہ اور مرجع عالی قدر آیت اللہ العظمٰی شیخ بشیر حسین النجفی دام ظلہ

فریضہ حج ادا کرنے کے لئے مرجع عالی قدر دام ظلہ کی طرف سے ایک وفد مکہ معظّمہ گیا اس وفد کی قیادت مرجع عالی قدر کے بیٹے جو کہ مرجع عالی قدر کے دفتر کے مدیر اعلیٰ ہیں انہوں نے کی ۔ جناب حجۃ الاسلام والمسلمین شیخ علی ۔ انہوں نے مدینہ میں امام جواد علیہ السلام کی شہادت کے سلسلے میں منعقد کی گئی مجلس میں بھی شرکت کی اور آیت اللہ سید محمود ہاشمی دام ظلہ کی مرحومہ والدہ کی منعقد کی گئی قرآن خوانی کی مجلس میں بھی شرکت کی اور مکہ و مدینہ میں پوری دنیا سے آئے ہوئے برجستہ شخصیات سے بھی ملاقات کی ۔

مدرسہ علومِ اسلامی نجف اشرف میں پڑھنے والے بچوں کی مرجع عالی قدر دام ظلہ سے ملاقات

مدرسہ علوم اسلامی کے بچوں نے مرجع عالی قدر دام ظلہ سے نجف اشرف میں ان کے مرکزی دفتر میں ملاقات کی اس ملاقات کا مقصد مرجع عالی قدر دام ظلہ سے رہنمائی لینا تھا مرجع عالی قدر دام ظلہ نے مدرسہ کے اساتذہ سے فرمایا کہ ہم سب کا فریضہ ہے کہ ان کی اس طرح تربیت کریں جس طرح ہمارے والدین نے ہماری تربیت کی اور ہمارے بزرگوں نے ہمیں شیعہ بنایا تاکہ شیعت آگے بڑھے اور مذہب اہل بیت باقی رہے مرجع عالی قدر دام ظلہ نے اس بات پر زور دیتے ہوئے کہا کہ یہ میرے پوتے ہماری زبان سے نہیں بلکہ ہمارے کردار سے سیکھتے ہیں یہ بچے امامِ زمانہؑ کی امانت ہیں ان کی صحیح تربیت کریں۔

آخر پر مرجع عالی قدر دام ظلہ نے بچوں اور ان کے اساتذہ کو ہدیہ بھی دیا دوسری طرف مدرسہ علوم اسلامی نجف اشرف سے آئے اساتذہ نے بھی مرجع عالی قدر دام ظلہ کا شکریہ ادا کیا۔

کراچی اور اندرون سندھ سے آئے ہوئے مؤمنین کی مرجع عالیٰ قدر دام ظلہ سے ملاقات

کراچی اور اندرونِ سندھ سے آئے ہوئے مؤمنین نے مرجع عالی قدر دام ظلہ سے نجف اشرف میں ان کے مرکزی دفتر میں ملاقات کی اس ملاقات کا مقصد مرجع عالی قدر دام ظلہ کی زیارت اور ان سے علمی استفادہ کرنا تھا اس ملاقات میں مرجع عالی قدر دام ظلہ نے حضرت حر علیہ السلام کی شخصیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ جب حضرت حر گھر سے نکلے تھے تو غائب سے آواز آئی جس کو حضرت حر نے سنا تھا کہ اے حر ! تمہیں جنت کی بشارت ہو اور مرجع عالی قدر دام ظلہ نے اس نقطے کی بھی وضاحت فرمائی کہ مولا حسین علیہ السلام نے حضرت حر کو معاف کر دیا تھا اور یہ بھی وعدہ دیا تھا کہ تمہاری توبہ قبول ہے اس ملاقات میں بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کے بارے میں پوچھے گئے سوال کے جواب میں مرجع عالی قدر دام ظلہ نے فرمایا کہ اگر انگھوٹیاں دونوں ہاتھوں میں ہوں تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن اگر ایک ہاتھ میں پہنی ہے تو پھر دائیں میں پہنیں۔ بائیں میں نہ پہنیں۔

سالانہ ممبر شپ ۳۰۰ روپے

مرکزی ایڈریس:

امیر المؤمنین علیہ السلام ٹرسٹ ، صدر مقام باٹا پور، نزد گیٹ نمبر 2، باٹا فیکٹری لاہور پاکستان